

بغاوت عرب لائسنس

ترکان عثمانی سے شریف حسین کی بغاوت
اور کرنل لائسنس کے کارناموں کا تذکرہ

مؤلفہ
مولانا چرل غ حسن صاحب حسرت
نے

باقہ حقوق راضی فاشی ہوئے علی نقالی نے ہے

اُردو و کتب خانہ لاہور سے شائع کیا گیا

قیمت ایک روپیہ

مصور حیدر راجہ

پانادول نمبر ۱۰۰۰

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مناوتِ عرب اور کنزل لائسنس



بغاوت عرب لائسنس

ترکان عثمانی سے شریف حسین کی بغاوت
اور کرنل لائسنس کے کارناموں کا تذکرہ

مؤلف
مولانا چرل غ حسن صاحب حسرت
ہے

بغض مشرق و اُمتی فتنی ہو علی تعالیٰ ہے

اُردو کتب خانہ لاہور سے شائع کیا

قیمت ایک روپیہ

بار اول تھلا ۱۰۰۰

فہرست

نقشے

تصاویر

- (۱) کرنل لارنس عربی لباس میں
(۲) کرنل لارنس فوجی و روی میں
(۱۱) نقشہ عربستان
(۲۱) نقشہ حجاز ریلوے
محققہ از مولانا عبدالحی علی صاحب سالک دیر روزنامہ "انقلاب" المہجور
تمہید

محمد بن المہون	۱	پہلا باب
انجمن اتحاد و ترقی		عرب و غرب
حرکت وطنیہ		مشرق کی روحانی فتح
شریف حسین کے مطالبات		غلط بیانیات
تیسرا باب		نقشہ تاتار
بغداد عرب کے اسباب ہل ۱۲		ہسپانی مسلمان
پان اسلامزم		دوسرا باب
اتحاد تورانی	۴	شریف حسین اور ترک
		نصاری کے حوصلے

چوتھا باب

۱۹ شریف حین کی جیلہ سازیاں

انقلابی تحریک

سازش کا انکشاف

فیصل قسطنطنیہ میں

انور و جمال کے قتل کی سازش

شریف حین کا پیغام

بغاوت کا اعلان

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے

مدینہ سے پسپائی

پانچواں باب

۲۴ فامس ایڈورڈ لارنس

تعلیم

سیاحت

بغداد اور یلوے

میں گرٹر و ڈبل

چھٹا باب

۳۲ لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

پیرا اسرار اعمال

میسو پوٹیمیا میں

ساتواں باب

۳۵ لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

فیصل سے ملاقات

لارنس کی تقریر

آٹھواں باب

۴۳ الوجہ کی تسخیر

قبائل کی جنگ

نواں باب

۴۸ بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

جعفر پاشا

لارنس کی تجویز

دسواں باب

۵۵ صحرائے عرب کا سفر

خفیہ معاہدہ

لارنس زمانہ لباس میں

گیارھواں باب

۶۰ سقوط عقبہ

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک

بارھواں باب

۴۲

قسام کی قسم

لارنس ارزق میں

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ

لارنس کے رفقا

عمان و معان

لارنس با دیگر غورتوں کے ہمیں میں۔

حملے کی تیاریاں

تیسرے ہواں باب

۴۳

تسخیرِ راء

قتل عام

عربوں کی سفاکی

چودھواں باب

۴۴

فتح دمشق

عبد القادر الجزائری

پندرہواں باب

۸۳

مجلس صلح

غداروں کا صلہ

سولہواں باب

۸۷

”شا“ اور کرم شاہ

لارنس صیغہ پرواز میں

پھر صیغہ پرواز میں

پیر کرم شاہ

پراسرار مراجعت

فتنہ افغانستان اور لارنس

لاول ٹامس

لارنس کے موجودہ مشاغل

سترہواں باب

۹۷ لارنس کی سیرت پر ایک جمالی نظر

عادات

ظہنی استعداد

لارنس مصنف کی حیثیت میں

نذہبی عقائد

ذہانت

عسکری قابلیت

شجاعت



مقدمہ

از حضرت رسالت مآلکہ مدیر ”انقلاب“ لاہور

زبانِ اردو کا دامن جہاں اُتر بہت سی اچھی چیزوں سے خالی ہے۔ وہاں سیاسی تالیفات کے اعتبار سے بھی اس کی بے مانگی بہت نمایاں ہے۔ اخبارات اُٹھا کر پڑھئے تو معلوم ہو گا۔ کہ اہل ہند سیاست میں سر تا پا مستغرق ہیں۔ اور ان کو اس کے سوا دنیا میں اُتر کوئی کام نہیں۔ لیکن کتب خانوں میں اردو کی سیاسی کتابیں تلاش کیجئے۔ تو ایک بھی کام کی کتاب دستیاب نہ ہوگی (الا ماشاء اللہ) میرے نزدیک یہی وجہ ہے۔ کہ ہماری اکثر تحریکات ناکام رہ جاتی ہیں +

اخبارات کے مضامین کا غلغلہ روزانہ صرف چند گھنٹے تک رہتا ہے۔ گو اس سے ہیئت اجتماعی کے قلزمِ ذوق کی سطح پر بعض دفعہ ہلکی ہلکی اور بعض اوقات پُر شور موجیں بھی اُٹھنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ موج

(ب)

فلاطم اکثر حالات میں سطحی ہوتا ہے۔ اور اس سمندر کی گہرائیاں بدستور امن و سکون کی سرمایہ دار رہتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ مسائل سیاسی کی حقیقی اہمیت جمہور کے قلوب میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ ان مسائل پر اہل علم اور ارباب نظر محنت و تحقیق نہیں کرتے۔ اور ان کے تمام پہلو کیا حقہ، عوام کے سامنے پیش نہیں کئے جاتے۔ اخبارات تازہ ترین حالات و کوائف پر رائے زنی کر کے ایک وقتی ہنگامہ ضرور پیدا کر دیتے ہیں لیکن قوم کے اعماق قلوب کو مستقل طور پر متحرک نہیں کر سکتے۔

زندہ ممالک میں صرف اخبارات پر حصر نہیں کیا جاتا جو نہی داخلی یا خارجی سیاسیات کا کوئی مسئلہ رائے عامہ میں حرکت پیدا کرنے لگتا ہے۔ اس مسئلہ کے ماہرین اس کے تمام پہلوؤں پر تحقیق و تاقیق کی نظر ڈال کر ایک خاص مقصد اور سطح نظر سے مستقل کتابیں تصنیف کرنے لگتے ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے قوم کے تعلیم یافتہ طبقے میں اس مسئلہ پر عالمانہ و مجتہدانہ خیور و بکث کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ رائے عامہ میں بے راہبر روی داخل نہیں ہونے پاتی۔ اور صحیح معلومات کے حصول کے بعد اخبارات کی اطلاعات کے سمجھنے میں بھی سہرہ امت ہو جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں حالات بالکل مختلف ہیں۔ یہاں ایک دن دفعتہ چین کی خانہ جنگی کی خبریں موصول ہونے لگتی ہیں۔ اور اخبارات نہایت بے تکلفی سے انہیں شائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ خبریں

متواتر تین مہینے تک شائع ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن تارین جرائد کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ دوپٹی فو کسی آدمی کا نام ہے۔ یا کسی جانور کو کہتے ہیں۔ چنگ سوکین رئیس الاحرار ہے۔ یا دول خارجہ کا پھوس ہے۔ ہانکاؤ کسی جرنیل کا نام ہے۔ یا شہر کا۔ اس جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ اس کے طرفین کون کون ہیں۔ قوم پرستانہ نقطہ نظر سے اس کا نتیجہ کیا ہونا چاہئے۔ غرض ”ظلمات فوق بعض“ کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اگر اردو میں فی الفور مسئلہ چین پر ایک دو اچھی کتابیں تصنیف کر کے شائع کر دی جاتیں۔ اور ان میں اس کے تمام پہلو روشن کر دیئے جاتے۔ تو جہل و انہمی کا یہ افسوسناک منظر بھی پیدا نہ ہوتا۔

ہندوستان کے مسلمانوں ہی کو دیکھئے۔ خلافت عثمانیہ اور جزیرۃ العرب کے تحفظ کی خاطر انہوں نے انتہائی قربانیاں دیں ہزار ہا چربو شمسلمان قید ہو گئے۔ انگلستان کے استعماری نظام کے خلاف نفرت و غیظ کے جذبات سے کئی سال تک سارا اسلامی ہند شعلہ زار بنا رہا۔ اور دو کے اخباروں کی اشاعتیں پندرہ پندرہ برس میں ہزار تک پہنچ گئیں۔ لیکن اس تمام فہنگامے کے باوجود گنتے پڑے لکھنے والے ہیں جنہیں جزیرۃ العرب اور ترکی میں اجانب کی سازشوں کا تاریخی باجر معلوم ہے۔ ہمارے نزدیک اس قسم کے واقعات حال بزرگوں کی تلافی انگلیوں پر گنتے کے قابل بھی نہ ہو گی۔ جب سیاسیات اسلامی کے ایک اہم ترین مسئلہ کے مال و مانلیہ سے مسلمانوں کی بے خبری و

ناواقفیت کا یہ عالم ہو۔ تو خود ہی سمجھ لیجئے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق تحریک کی حیثیت کیا ہوگی۔ اور اس کی پامنداری اور گہرائی کا کیا حال ہوگا۔ ہندوستان میں اس تحریک کے سلسلے میں جو کچھ ہوا۔ اس کو بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور کتاب ”خلافت عثمانیہ اور جزیرہ العرب“ ہی کا اثر سمجھنا چاہئے۔ جس نے سب سے پہلے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس مسئلہ کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ اگر اسی مسئلہ کی سیاسی۔ تاریخی۔ مذہبی اور تمدنی حیثیات پر پندرہ بیس اچھی کتابیں شائع کر دی جاتیں۔ تو عوام کی بے خبری کا یہ حال نہ ہوتا۔ جو آج نظر آ رہا ہے مغربی استعمار سرزمین عرب میں بدستور کار فرما ہے۔ فلسطین شام۔ عراق۔ نجد۔ حجاز وغیرہ۔ میں سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے اس کی پیٹ میں آچکے ہیں۔ کرنل لارنس اب تک اپنی تمام فتنہ سازیوں کے ساتھ مصروف کار ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جس شخص کی نامہ لک کو دشمنوں اور سازشوں سے بجاوت عرب کی آگ مشتعل ہو گئی تھی زمانہ مستقبل میں عالم اسلامی کو کیسے کیسے ہولناک حوادث سے روشناس کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک مولانا جابر اعظم صاحب حسرت نے یہ کتاب لکھ کر اسلامی ریاست و تاریخ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ کتاب کرنل لارنس کی سوانح عمری نہیں۔ بلکہ بجاوت عرب کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ ہے۔ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو بہت سے ایسے حقائق معلوم ہوں گے جو اس سے پہلے ان

کے پیش نظر نہیں تھے مگر نل لارنس کے متعلق بھی مسلمانوں میں معلومات کی بہت قلت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں معلوم ہوگا کہ اس شخص نے دورِ حاضر میں اسلام کی سیاسی قوت کو فنا کرنے میں کس قدر خوفناک حصہ لیا ہے +

تاریخی حیثیت کے علاوہ ادبی پہلو سے بھی مولانا حسرت کی یہ کتاب بحد قابل قدر ہے۔ اور زبان کی صحت۔ انداز بیان کی سلاست و سادگی اور الفاظ و تراکیب کی دلاویزی نے اس کی افادہ حیثیت کو بہت کچھ تقویت دے دی ہے۔ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ہر مسلمان اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں اس مختصر سے مقدمے کے ساتھ اس کو جمہور کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں +

عبد المجید سالک

لاہور
۹۔ مئی ۱۹۲۰ء

تہیہ

مغربی اہل قلم جب کسی کتاب کی تصنیف کا ارادہ کرتے ہیں تو ایک عرصہ تک اُس کے لئے مواد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح حالات کی تحقیق و تدقیق اور تفحص و جستجو میں ایک زمانہ گزر جاتا ہے۔ تو کمیں کتاب لکھی جاتی ہے۔ پھر مدتوں تک اوصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اور ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ کمیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے قابل سمجھی جاتی ہے +

مجھے اعتراف ہے کہ ان اوراق پریشانی کی تالیف میں اس قدر کہد کاوش نہیں کی گئی۔ اس لئے جو ارباب علم اس میں محققانہ شان تلاش کرنا چاہیں گے۔ انہیں ایک گونہ مایوسی ہوگی +

اول تو ایک اخبار نویس سے اس قدر کاوش و جستجو کی توقع ہی بیجا ہے۔ اُس کے شایع فکر فقط ہنگامی اور وقتی جوش پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر بے قسمی سے جس زمانہ میں یہ اوراق زیر تحریر تھے ایک لمحہ کے لئے بھی فراغ خاطر اور دلچسپی نصیب نہیں ہوئی۔ اور تو اؤپر پریشانی خاطر کے طفیل نظر ثانی بھی نہ

ہوسکی۔ غلم سے جو کچھ نکل گیا۔ نکل گیا۔ پر دقت بھی منشی تھوڑی صاحب نے پڑھے
اور بیچ تو یہ ہے کہ اگر ان کا اصول دسری کو تاہیوں کا چارہ ساز نہ ہو جاتا تو شاہ
یہ چند اجزا بھی شائع نہ ہو سکتے +

عز و دراندگی اور مسعت و شکستہ پائی کی اس حکایت کو کہیں "جذربگناہ"
"ہدثر اذگناہ" کا فتویٰ نہ دیدیکھئے گا۔ بلکہ اسے اعتراف گناہ کہئے۔ کیونکہ گناہ اور ان
میں جس قدر رعایاں ہیں۔ وہ میری ہیں۔ اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہیں
کہ اگر ختم سے مضطرب اور تشنہ ہیں۔ بعض مقامات پر کتابت کی ایسی غلطیاں
گئی ہیں جنہیں دیکھ دیکھ کر متفعل ہوتا ہوں +

اس کتاب کی تحریر میں نے "راہرٹ گریوز" کی کتاب "لارنس اینڈ ارب" اور
اور لاول کی کتاب "وہ لارنس اینڈ ارمینیا" کے علاوہ لارنس کی دہنی تصنیف "ریورڈ
ان دی ڈورٹ" سے بھی استفادہ کیا ہے۔ جملہ پاشا مرحوم کے روزنامہ سے بھی کافی
مدد ملی ہے۔ پہلے ارادہ تھا کہ لارنس کے سوانح حیات لکھے جائیں۔ پھر خیال گذرا کہ
جب تک بغاوت عرب کا اجمالی تذکرہ بھی نہ آجائے۔ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔
اسی خیال تھا کہ کتاب کا حجم بڑھنے نہ پائے۔ کیونکہ ہمارے اہل وطن طلسم ہوش
کے ڈیڑھ ہزار صفحے تو پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن بغاوت عرب کی طویل تاریخ کون
نتیجہ یہ ہوا کہ اس مجموعہ کو اٹھا کر دیکھتا ہوں تو نہ اسے بغاوت عرب کی تاریخ
کہہ سکتا ہوں۔ اور نہ لارنس کے سوانح حیات کا نام دے سکتا ہوں۔ بلکہ دونوں
بین میں ایک میسرے چیز نظر آتی ہے +

اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی تخریر

(ط)

کا خیال مجھے اُس زمانہ میں پیدا ہوا جب میں زندہ دار کے ادارہ تحریر میں تصانیفوں کو لکھنا چاہئے کہ یہ کتاب مولانا ظفر علی خاں کے فیضِ محبت، نتیجہ اور انصافِ بزرگانہ کی یادگار ہے۔ اور اس اعتبار سے انہیں کے نام کو اس کا سرنامہ اور عنوان سمجھنا چاہئے۔

چراغِ حقِ حسرت

پہلا باب

عرب و غرب

مشرق اور مغرب کی آویزش اُس عہد سے بروئے کار چلی آتی ہے جب مغرب کی ایک آبرو باختہ حیدرہ میلین نے ایک مشرقی شاہزادہ کے شبستانِ عشرت کو آباد کیا تھا۔ تاریخ کے صفحات اس کشمکش کی خویش داستان سے رنگین ہیں۔ جو عجم و یونان کے مابین صدیوں تک جاری رہی۔ ہر مرتبہ مغرب کا سر مشرق کے آستانہ جلال پر جھک جاتا رہا۔ تا آنکہ مقدونیہ سے ایک بلند اقبال کشور کٹا اٹھا۔ جس نے اپنی عظمت و سلطنت کا نقارہ سارے مشرق میں بجا دیا۔ لیکن اسکندر کی فتح و چاندروزی عمان تھی۔ اُس کی آنکھیں بند ہوئے ہی پھر وہی مشرق تھا۔ اور وہی مغرب مشرق کی روحانی فتح | مشرق نے محض سیاسی جیشیں ہی مغرب پر برتری حاصل نہیں کی۔ بلکہ مغرب کو روحانی تشنگی ٹھکانے کے لئے بھی مشرق کے جانب ہی رجوع کرنا پڑا۔ یعنی

سہ تہیں میلان شاہ اسپارٹا کی پوی اپنے عہد کی حسین ترین عورتوں سے تھی۔ اُسے طوائف کا شہناوہ جیسے آؤا لگیا تھا۔ اس واقعہ کو ملازم کے عمار بن ملیم کی ابتدا ہوئی۔ لیکر ذکر یونانی علم الامثال کی م

د کتاہوں میں با تفصیل ہے۔ یونان کے مشہور شاعر ہومر نے بھی اس سکر کے ذکر میں ذور بیان دکھایا ہے۔

سکندر کے کشمیر کشایا نہ اقامہ کو بھٹکل تین سو سال گزرے تھے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا پھر چار مغرب میں ہونے لگا۔ اور روما اور یونان کے عناصر پرشوں نے مسیحیت کا حلقہ اراوت اپنے کانوں میں ڈال لیا۔ جزائر برطانیہ کے وحشی بھی اس چشمہ سے سیراب ہوئے۔ یہ مشرق کی روحانی فتح تھی جس کا سکند آج بھی مغرب پر بیٹھا ہوا ہے +

عربوں کی نہضت مشرقی فتحی کے اس سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے اور اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کہ عربوں نے مغرب کو سیاسی حیثیت سے ہی محکوم نہیں بنایا۔ بلکہ مغرب ان کے علم اور فلسفہ سے بھی اثر پذیر ہوا۔ آج جو فلسفہ مغرب کی کلاہ فخر کا آئینہ بنا ہوا ہے۔ وہ دراصل عربوں کا بخشا ہوا ہے۔ اور تو تھکی تعلیمات جن پر عیسویت ناز کرتی ہے۔ اسلام کے نور سردی کی ایک کرن کے سوا اور کچھ نہیں +

عرب فاتحین نے ہر قل کے ایشیائی مقبوضات ایک ایک کر کے چھین لئے۔ اور فلسطین جو مسیحیت کا گوارہ ہونے کے باعث عیسائیوں کے نزدیک بہت تقدس رکھتا تھا ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عرب مجاہدین بڑھتے بڑھتے قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے۔ اور شمالی افریقہ میں بھی انہوں نے عیسائیوں کو شکست دی اور تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے حوصلوں کے سامنے ایشیا اور افریقہ کی وسعتیں پہنچ گئیں۔ انہوں نے یورپ کی جانب توجہ کی۔ اور ہسپانیہ کے گاتھ خاندان کی قبائے غلط پارہ پارہ کر ڈالی۔ ہسپانیہ کو فتح کر کے وہ فرانس کی جانب بڑھے۔ اور یہ ملک بھی فتح کرتے چلے

گئے۔ آخر دیا گئے لوہے کے کنارے عربوں کی تختی کا سیلاب رک گیا۔ باہمی
افراق کی بدولت انہوں نے ایسی شکست کھائی کہ فرانس کا متحہ علاقہ بھی قبضہ
میں نہ رہ سکا +

غلامیاناں | اس سلسلہ میں یہ ملحوظ نظر رکھنا چاہئے۔ کہ عربوں کی تختی کے اس دور میں
مغرب کے شعراء اور داستان گو ایسا لڑکچہ پیدا کرنے میں مصروف تھے جو مسلمانوں
کی مذمت پر مشتمل تھا۔ اور جس میں ان کے عقائد کو نہایت تاریک رنگ میں
پیش کیا گیا تھا۔ عربوں کے متعلق نہایت بے سرو پا اور لغو قصے مشہور تھے جن کا
مقصد صرف اس قدر تھا۔ کہ عیسائیوں کے قلب میں ان کے خلاف نفرت
کا جذبہ پیدا کر دیا جائے۔ مثلاً یہ عقیدہ عام تھا۔ کہ عرب بت پرست ہیں۔ اور
ان کے سب سے بڑے بت کا نام (عیاذ باللہ) محمد ہے۔ ان غلط بیانیوں
نے ساری مسیحی دنیا میں آگ لگا دی۔ اور عربوں کے خلاف نفرت و عناد کا جذبہ
بہمہ گیر ہو گیا +

فتنہ تاتار اعلیٰ لکھ یگوشان تخلیص کو فرزند ان توحید سے جس قدر شدید عداوت رہی
ہے۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی ہو سکتا ہے کہ محض عربوں کے مشرقی اقتدار کو
شکست دینے کے لئے بیدین تاتاریوں سے روابط دوستی قائم کئے گئے۔ اور باپا
اعظم کی جانب سے تاتاری شہنشاہ کی خدمت میں سفارت بھیجی گئی۔ اگرچہ ارباب
تاریخ نے فتنہ تاتار کے اسباب و علل کے سلسلہ میں ان حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے
لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ برقی بلا جو مستعصم بادشہ کے کاشانہ اقبال پر گری
سے مسیحی عام طور پر مسلمانوں کو کاٹ رہے تھے +

دشمن قیماق کو پہنائیوں سے تھیں۔ بلکہ بحیرہ روم کے ساحل سے اٹھی تھی +
 آخر مسیحوں کی مذہبی دیوانگی حروب صلیبیہ کو برپا کرنے کا رے آئی۔
 اور وہ مجنونانہ جوش سے فلسطین کی جانب بڑھے۔ لیکن نورالدین زنگی، اور صلاح
 الدین ایوبی کی تلواروں نے فولا دی دیواریں بن کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب
 کو روک لیا +

اس میں شک نہیں، کہ کچھ عرصہ تک فلسطین اُن کے قبضہ میں رہا۔ اور
 یروشلم کے گلی کوچوں میں عربوں کا خون بیدریغ بہایا گیا۔ لیکن یہ اقتدار عارضی
 تھا اور صلاح الدین ایوبی کے مجاہدانہ عزم کی بدولت مشرق میں کہیں بھی
 اُن کے قدم جم نہ سکے۔ آدھر ترکان عثمانی کی برقی شمشیر چلی۔ اور عیسائی جو مشرق
 میں اقتدار قائم کرنا چاہتے تھے۔

..... مغرب کی بازنطینی سلطنت کو بھی مسلمانوں کے فائز تاحہ جو صلوں کی نذر
 ہونے سے بچا نہ سکے۔ چنانچہ اُدھر مشرق میں صلیب سرنگوں ہوئی اور اُدھر مغرب
 میں ترکوں کا ہلالی پرچم لہرانے لگا۔ صرف یہ امر اُن کے لئے باعث تسکین تھا کہ
 عین اُسی زمانہ میں جبکہ مغرب میں ایک اسلامی سلطنت کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔
 غرناطہ کی اسلامی حکومت کا ستارہ غروب ہو رہا تھا۔ ایک شمع جلائی جا رہی تھی
 اور دوسری بجھ رہی تھی +

ہسپانی سلطان | مسلمانوں کو جس طرح ہسپانیہ سے نکالا گیا اُس کی المناک داستان تو
 کسی دوسری فرصت کی محتاج ہے۔ لیکن یہاں اس قدر کہنا کافی ہوگا۔ کہ سر
 زمین ہسپانیہ کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کرنے کے لئے مجاہد مقدس المکالمہ

کیا گیا۔ اور ملکہ ازابلا کی مدد کے لئے انگلستان اور فرانس سے ”مجاہدین“ کے لشکر بھیجے گئے +

ترکان عثمانی کا دامن ہمیشہ اس داغ سے آلودہ رہے گا کہ انہوں نے مسیحیوں کی مسلمانوں کی پیہم التجاؤں کے باوجود ان کی اعانت نہیں کی۔ اور غرناطہ کا آخری پرنسپ

ابو البقا صالح بن شریف الرندی نے جو اس عہد کا ایک نفوذگو شاعر تھا۔ ایک دگر باز مرثیہ لکھا۔ جس میں اندلس کے مسلمانوں کی بچاؤ کی کا ذکر کر کے مسلمانان عالم سے اعانت کی التجا کی گئی تھی۔ سلطان مراکش نے اس کی نقلیں اکثر مسلمان بادشاہوں کے پاس بھیج دیں۔ اس مرثیہ کے آخری اشعار جو درود و حسرت کے سراپہ دار ہیں۔ پڑھئے۔ اور مسلمان سلاطین کی بے دردی کا نام لیں +

(۱) اے نجیب اور شہزادے گھوڑوں پر سوار ہونے والے جو گھوڑوں کے میدان میں عقاب ہیں۔
(۲) او ہند کی تلواریں اٹھانے والے۔ جو غرناطہ دار کے غبار کی تار پٹی میں شعلہ کی طرح چمکتی ہیں
(۳) او مسند پر راحت کی زندگی بسر کرنے والے اور اپنے گھروں میں عزت سے رہنے والے
(۴) کیا تمہیں اہل اندلس کی بھی کچھ خبر ہے انکی ملائکات انکو میسر قتر سوارہ بنا کے اطراف میں بچھ چکے ہیں +

(۵) = ضعیف و ناتوانی اور اسیر قلم سے امداد کے لئے بار بار فریاد کر چکے ہیں۔ مگر مدد دینے کے کسی فرد بشر کی کج خیمت جنبش میں نہیں آتی +

(۶) مدعی اسلام ہونے کے باوجود تم نے یہ سر دھری (اور اس کا ذکر پڑھو)

یار اکین عنان الجحیل مناصرت
کناہانی مجال السبق عقبان
وحاطین سیوف الہند صرہفت
کناہانی ظلام النقع نیودن
وراعین وراء البجیر فی دعتہ
لھم باوطانھم عز و سلطان
اعندکم بناء من اهل ندلس
نقد سوری یجدیث القوم رکبان
کم یستغیث بنا المستضعفون و ہم
قتلی و اسیری قنا یھتزا انسان

تاجدار ابو عبد اللہ اشک حسرت ہما تاپنے مستقر سلطنت سے رخصت ہو گیا +
 ترکوں کے کفر و کثافت یا نہ عزائم کی داستان سے تاریخ کے اوراق تابناک
 ہیں۔ اور یہ حقیقت "راز و راون پرودہ" نہیں کہ مجاہد ترک صدیوں تک مغرب کے
 سینہ پر کا بوس بن کر سوار رہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے۔ ظلمت آباد فرنگ میں وہ تلوار
 کے زور سے دن بسر کر رہے تھے +

یورپ کی مسیحی سلطنتوں نے کبھی مدق نیت سے ان کے ساتھ دوستانہ
 تعلقات قائم نہیں کئے۔ اور ان کی حریفیں نکاح میں ہمیشہ ترکوں کے مشرقی مقبوضات
 پر پڑتی رہیں۔ ترکی سلطنت کے دور انحطاط میں دول فرنگ سازشوں کے حربے
 لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ترکوں کے مغربی اور مشرقی مقبوضات کا بیشتر حصہ ان
 کے قبضہ سے نکل گیا +

وہ طرابلس اور بلقان کی محاربات سے ابھی بھٹک سنبھلے تھے کہ جزیرہ نمائے
 بلقان سے جنگ کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور محاربہ عمومی کا آغاز ہو گیا۔
 ترکوں کے لئے اس کے ہوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کہ وہ اس آگ میں کود پڑیں کار
 گننان قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ پرستارانِ صلیب کی دیرینہ آرزو پوری ہو۔ اور ارض
 مقدس ان کے قبضہ میں آجائے +

کیونکہ احمقیاں مکرری۔ خدا کے بندو تم تو نہیں
 میں ایک دوسرے کے بھائی ہو +
 (۱) کیا اس خراب آدو حیات میں کوئی ایک بھی
 ایسا نہیں جو غیرت مند اور ذی ہمت ہو۔
 کیا نیکی بدی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے
 والے دنیا سے اٹھ گئے +

ماذالتقا طع فی الاسلام بینکم
 وانتم یا عباد اللہ اخوان
 الانفوس ابیات لها هم
 اعما علی الخیر انصار واعوان

بقرہ

دوسرا باب

شریف حسین اور ترک

شریف حسین کا مورث اعلیٰ ققادہ سادات جہینہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ققادہ ایک باتدیر اور صاحبِ عزم شخص تھا۔ اُس نے عرب میں ایک قوی شوکتِ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور یمن سے خیر تنگ تمام ملک پر تصرف ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے محمد ابن النعمیٰ نے جو فائدان ققادہ کا ایک جلیل القدر فرمانروا تھا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر کہ مغرب کی چابیاں سلطان سلیم کے سپرد کر دیں۔ اور اس تاریخ سے عرب ترکانِ عثمانی کی حفاظت میں آگیا۔

نصاری کے جھوٹے پیغمبر ہے جبکہ ایک اہل العزم پر نگیز جہازوں "واسکوڈے گاما" ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کر چکا تھا۔ اور مشرقی ہندو فرنگستانی جہازوں کی جولانگہ بن چکے تھے۔ اہل فرنگ نے مشرق میں پہنچ کر دیکھا۔ کہ دنیا کی وہ عجیب ترین قوم جس کے کشور کشایانہ حوصلوں اور مجاہدانہ اقدام نے اُن پر مغرب کی دستیں تنگ کر دی ہیں۔ اور جس کی ترک تاز سے مغرب کی کوئی سلطنت محفوظ نہیں۔ عرب کو اپنا دینی مرکز سمجھتی ہے۔ تو انہیں خیالی گزرا۔ کہ اگر اس سرزمین پر

مسیحیت کا علم اقتدار لانے لگے۔ تو مسلمانوں کی شاہی حکومتوں اور آزادی کو غلامی سے بدل دینا چنداں دشوار نہیں۔ لیکن جلد ہی ان پر یہ حقیقت بھی کھل گئی۔ کہ اگر کسی مسیحی نے اس ارض پاک کو اپنے قدموں سے آلودہ کرنے کی جرات کی۔ تو دنیا کے ہر گوشہ سے فرزند ان توحید علم ہماو لے کر آٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور پرستار ان صلیب پر عرصہ جات تنگ کر دیا جائے گا۔ اس لئے انہوں نے عرب پر حملہ کی قرأت تونہ کی۔ لیکن اس ملک کے اقتصادی اور تجارتی ذرائع پر قبضہ کرنے کے لئے سازشیں ہونے لگیں +

مغربی جہل طراز اپنے اس ارادہ میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ یعنی عرب کے ساحلی مقامات پر انہوں نے دام فریب پھیلا دیا۔ چنانچہ ۱۶۹۸ء میں برطانیہ نے سلطان مسقط سے ایک تجارتی معاہدہ کیا۔ ۱۸۰۶ء میں بحرین کے شیوخ سے اسی نوع کا عہد نامہ کیا گیا۔ اور ۱۸۳۹ء میں عدن اس کے قبضہ میں آ گیا +

موجودہ عربی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد شریف مکہ پر ڈورے ڈالے گئے۔ اس وقت شریف حسین کا دادا محمد النور شریف مکہ تھا۔ یہ شخص ہامانی اس دام میں آ گیا۔ اس کی فرنگی دوستی نے حلقہ گوشانِ ثلثیت کو دلیر کر دیا۔ اور اس کی بے دینی کی بدولت ایک انگریز تیار ڈاؤنی نامہ توں اس ارض پاک میں جس کے دروازہ مسیحیت کے فرزندوں پر ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے تھے رہ کر عرب کے محاشرتی اور مذہبی حالات قلمبند کرتا رہا۔ محمد النور کو ۱۸۴۷ء میں ایک بدو کے

لہ چالیں ڈھنگو ڈاؤنی کی کہنا چاہئے جو اے عرب کی سیاحت پہنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس کا مندرجہ ذیل لاف زبانی

خنجر نے شریعتِ اجل پلا دیا +

جب سلطان عبدالحمید خاں مرحوم نے حجاز ریلوے کی تعمیر کا ارادہ کیا تو محمد المنون کے فرزند علی نے جو اپنے باپ کا صحیح جانشین تھا۔ اور جسے فرنگی دوستی اور اسلام دشمنی و رشتہ میں ملی تھی۔ عربوں کو سلطان کے غلات اگسایا۔ اور انہوں نے حجاز ریلوے کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا۔ سلطان عبدالحمید خاں کی نگاہ دور رس نے پہچان لیا کہ علی کا بیٹا حسین ایک کش اور عیار نوجوان ہے۔ اور اگر اسے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا۔ تو وہ ترکوں کے مشرقی اقتدار کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو گا۔ چنانچہ حسین کو قسطنطنیہ میں طلب کر کے نظر بند کر لیا گیا۔ لیکن بظاہر وہ شاہی مہمان تھا۔ اور اس کے تمام مسائل خواہ سلطانی سے ادا کئے جاتے تھے +

ابن تیمیہ ترقی حسین استنبول میں ہی تھا کہ نوجوان ترکوں نے اپنی یکتائی کا علم بلند کیا۔ اور انہیں ”اتحاد و ترقی“ جس کے ارکان میں آنور طلعت اور جمال جیسے محبت وطن اشخاص شامل تھے۔ اقتدار حاصل کر کے سلطان عبدالحمید خاں کو معزول کر دیا + یہ انقلاب ایک سلطان کے عزل اور دوسرے کے نصب تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ سلطنت کی حکمتِ علی میں ایک ترقی واقع ہو گیا۔ اور ترکی کے طول و عرض میں وطنیت کے وہ افکار و عقاید پھیل گئے جن کی اشاعت مغربی مفکرین ایک عرصہ سے کر رہے تھے + نوجوان احرار نے حسین اور اس کے فرزندوں کو رہا کر دیا۔ اور صرف رہا ہی نہیں کیا۔ بلکہ حسین کو شریف مکہ مقرر کر کے اس کے جراثیم پر خطِ عفو کھینچ دیا +

حرکت ملیت پسند حرکت و ملیت کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اس سے عربستان بھی متاثر ہو چکا تھا۔ اور بعض عرب ارباب فکر جن میں زیادہ تر شامی فوجوان تھے۔ ایک عرب سلطنت کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان افکار کا سرچشمہ مغرب تھا۔ اور ترکوں سے عربوں کا پیوند قطع کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریق نہیں ہو سکتا تھا۔ کُرُن کے دماغ میں وطنیت اور آزادی کے خیالات بے ترتیبی سے ٹھونس دیئے جاتے۔ وطنیت کے اس مجنونانہ جذبہ کو قوم و بصیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ جذبہ نہایت جاذب نظر اور دلکش دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے اس عہد کے اکثر فضلا بھی گمراہ ہو گئے۔ اور عرب کی حرکت و ملیت کی حمایت و تائید کرنے لگے۔ ان لوگوں میں "النار" کے فاضل رئیس التحریر علامہ رشید رضا بھی تھے۔ جن پر بعد میں ظاہر ہو گیا کہ ارباب غرض نے وطنیت کا ڈھونگ کھڑا کرنے میں کیا مصلحت دیکھی تھی۔ جب جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو یہ تحریک شباب پر تھی۔ شام اور فلسطین میں بعض انقلابی مجالس مرتب ہو چکی تھیں۔ اور عربوں کو ترکوں کے خلاف براہِ نجات کیا جا چکا تھا۔ لیکن جب ترکوں نے جنگ میں جرمنی کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا۔ اور استنبول سے تمام رؤسا اور وعدہ کے نام فراہم جاری کئے گئے تو حسین نے ترکان احرار کو یقین دلایا کہ ساما عربستان اُن کے علم کے نیچے مجتمع ہو کر تحفظِ حرمت و ناموسِ اسلام کی خاطر کٹ مرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔

شرکے مطالبات اور ترکوں کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا جا رہا تھا۔ اُدھر بحیرہ قلزم کے غیر آباد ساحل پر انگریز افسروں سے خفیہ ساز باز ہو رہا تھا۔ اور ضمیر فردشی اور غداری کی قیمت طلب کی جا رہی تھی۔ حسین کے مطالبات یہ تھے کہ شمال میں

ترسینا تک۔ جنوب میں بحر ہند تک۔ اور مشرق میں ایرانی سرحد تک تمام علاقہ پر اس کی بادشاہت تسلیم کر لی جائے۔ انگریزوں نے جواب دیا کہ ترسینا۔ اسکندرون اور حصہ دیگر عرب میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے اس علاقہ پر اس کی سیادت متکثر نہیں کی جاسکتی۔ البتہ مشرقی اور جنوبی حدود کے متعلق اس کا مطالبہ منظور ہے۔ غرض کہ حسین نے ان شرطوں پر انگریزوں سے معاہدہ کر لیا۔ اور بناوٹ کے نقیب اور داعی یہ خبر لے کر تمام عربستان میں پھیل گئے۔



تیسرا باب

بغاوتِ عرب کے اسباب و علل

تاریخ کا طالب علم جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ذہن فوراً ان اسبابِ علل کی تلاش و جستجو میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے سارے عرب کو ترکانِ عثمانی کے مقابلہ میں صف آرا کر دیا۔ اور جب اُسے ترکوں کی مشرقی حکمتِ عملی میں کوئی ایسا واضح اور نمایاں نقص نظر نہیں آتا جو بغاوت کا محرک ہوا ہو۔ تو قدرتا اُس کا ذہن ان مغربی طاقتوں کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے اس عینا اسی انقلاب میں فائدہ اٹھایا۔ اور سوچنے لگتا ہے۔ کیا انقلاب کی وہ چنگاری جو عرب کے خرمینِ عافیت کے حق میں برقی بلا بن گئی۔ استعمارِ مغرب کے آنشکدہ سے آئی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ہمیں عربستان کی بغاوت کے محرکات تلاش کرنے کے لئے اسی گوشہ کی جانب رخ کرنا چاہئے۔

کارلائل اور علمائے اجتماع کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ افرادِ جماعتوں میں انقلاب ملے کر لاندس نے لندن ٹائمر کے ایڈیٹر کے نام سرفارہ میں جو مکتوب لکھا تھا۔ اُس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ عرب ترکوں کی سلطنت سے خوش تھے۔

برپا کر کے اُن کے سیاسی نظام کو یکسر متغیر کر دیتے ہیں محققین کے ایک دوسرے
گروہ کا خیال ہے کہ جماعتیں انقلاب برپا کرتی ہیں۔ لیکن عرب کا انقلاب بہت
جذبہ افراد کا مرکب ہونے کی وجہ سے تھا جو عربوں کے طبعی ترجمان نہ تھے اور نہ ہی روایات
سے باخبر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ عربوں کی طبیعت میں انقلابی اثر قبول کرنے
کی صلاحیت موجود تھی۔ وہ ایک سیاسی شعور کے مالک تھے۔ لیکن اس استعداد
سے فائدہ اٹھا کر انہیں بنیاد اور کوشش پر آمادہ کرنے والے معدودے چند افراد
تھے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ افراد کون تھے۔ کیا عرب میں ایسے کمال پائے
یا سوسلنی جیسی کوئی شخصیت پیدا ہوئی؟ حقیقت یہ ہے کہ ان افراد کو فطری جذبہ حب
وطن نے دعوت انقلاب دینے پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُن میں بعض ارباب غرض
تھے۔ اور بعض مغرب کے مجہول افکار اور وطنیت کے زنگشتانی تخیل کے دلدلہ جنہیں
دول مغرب نے اپنا آلہ کار بنارکھا تھا۔ غرض کہ یہ لوگ دراصل استعمار مغرب کے نقیب
تھے۔ لیکن انہوں نے خود کو وطنیت کا داعی سمجھ رکھا تھا۔

شریف حسین اقتدار کا جو یا تھا۔ اُس کے چاروں فرزند علیٰ فیصل۔ عبداللہ اور
زید جاہ و جلال کے بھوکے تھے۔ اور اُن کی پشت پر انگریزوں اور فرانسیسیوں کا دست
شفقت تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ جو نیک نیتی سے "استقلال عربستان" کو منہائے
نظر سمجھے ہوئے تھے۔ لیکن دراصل اُن کا تصور وطنیت بھی اہل مغرب کی حیلہ بازیوں
کا مرکب ہونے کی منت تھا۔

دنیا کے ہر ملک میں حقوق مساوات۔ اخوت اور حریت کے نام پر دعوت
انقلاب دی گئی۔ لیکن دراصل اس دعوت کی پشت پر تنبیہ شخصیتیں تھیں۔ جو نظام سیاسی

کے بدلتے ہی برہنہ تلواریں لئے نمودار ہوئیں۔ اور تو آؤر فرائض میں جہاں شاہی اور ملکیت کے خلاف نہایت کامیاب جہاد کیا گیا۔ یہی صورت پیش آئی یعنی ابھی انقلاب کا طوفان بھٹک چکا تھا۔ اور قوم کی تخریبی اور سبلی قوتیں چند لمحوں کے لئے آسودہ ہوئی تھیں۔ کہ بیکایک پرستاران انقلاب کے گروہ سے ایک مستبد شخصیت نمودار ہوئی۔ اور ان تمام لوگوں نے جو شاہی کے تصور سے لرز جاتے تھے اُس کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور اُسے اپنا شہنشاہ تسلیم کر لیا۔

عرب میں کوئی پولین پیدا نہیں ہوا لیکن اخوت و حریت کے وعظ کی پشت پر استبداد کا وجود ضرور تھا۔ شہر لعین حسین بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ تو محض ایک حربہ تھا۔ جسے دول فرنگ نے اپنے مستعمرانہ عزائم کی پیش رفت کے لئے استعمال کر کے پھینک دیا۔ درحقیقت عرب کی دعوت حریت، یابوں کے لئے کہ اتحاد عرب اور استقلال عرب کی اس عافیت میں تخریک کی پشت پر استعمار فرنگ کی مستبدیت تھی اور جب انقلاب کی آگ فرو ہوئی تو یہ قوت برہنہ تلوار لئے نمودار ہوئی۔ سارے عہود و موافق طاق پر دھڑے رہ گئے۔ اور فریب خود دکان و وطنیت کی آنکھیں کھل گئیں۔

پان اسلامزم [مسیحی دنیا] پان اسلامزم یعنی اسلام کی بین الاقوامی دعوت سے بہت خائف تھی۔ اسے بخوبی معلوم تھا کہ اگر مختلف النسل مسلمان متحد ہو گئے۔ تو اس کا وجود سارے یورپ کے لئے ایک خطرہ بن جائے گا۔ اس اتحاد اسلامی کو شکست دے کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے اور اسلامی ممالک کو مسیحیت کے حیلہ اقتدار میں لانے کے لئے ایک وسیع سازش کی گئی۔ ترکوں کو پہلے وطنیت کا درس دیا گیا۔ یعنی یہ کہ اگر وہ ترک

ہیں۔ عربوں اور مصریوں سے ان کا کوئی نسلی رشتہ نہیں۔ اس لئے انہیں وطنیت کو اخوت اسلامی پر مقدم سمجھنا چاہئے۔ پھر تحریک اتحاد توراتی کا علم بند کیا گیا۔ یعنی وانگا کے کنارے سے باسفورس کے ساحل تک یہ صدائیں آئیں گی۔ کہ تمام تاتاریوں کو جو قفقاز، قازان، کریمیا، استراخان، ترکی اور افغانستان میں پھیلے ہوئے ہیں تھی، ہو جانا چاہئے۔

اتحاد توراتی پروفیسر ویسٹری کے قلم نے اس تحریک کا نام اچھالنے میں بہت حصہ لیا اور روسی مسلمان تو اس خیال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ روس کو چھوڑ کر ترکی میں آباد ہونے لگے۔ انہی دنوں ایک تاتاری ادیب یوسف بے اچقر اوغلو نے قسطنطنیہ میں مجلس اتحاد توراتی کی بنیاد ڈالی۔ اور توراتی تحریک کی تائید و حمایت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تین سیاسی نظام ہے۔

دوسری جانب عربوں سے کہا گیا کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ ذہیب سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ کوئی محبت ایسی نہیں جس کے ارتکاب پر وہ اپنے نفس کو دلیر نہ پاتے ہوں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ عرب عربی کو چھوڑ کر ترکی زبان اختیار کر لیں۔ ان کی شوخ چشمی اور دیدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی ہے کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے اسماء کی جگہ تاتاری بادشاہوں کے نام لکھ دیئے ہیں۔ عربوں کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر یہاں تک مشہور کر دیا گیا کہ ترک خدا کے واحد کے بجائے "گرگ سپید" کی پرستش کرتے ہیں جنہیں ان کے اسلاف ظہور اسلام سے پہلے وسط ایشیا کے برفانی میدانوں میں ہوجا کرتے تھے۔ غرض کہ ترکوں کے الحاد کی داستانیں کچھ اس طرح بیان کی گئیں کہ

عرب اُن سے قطعاً متنفر ہو گئے +

اس کے ساتھ عربوں کو وطنیت کے ہم رنگ زمین و اہم میں الجھانے کی کوشش کی گئی۔ انہیں اسلام کے کارنامے یاد دلانے گئے۔ اور یہ اعتراف کیا گیا کہ فرنگستان میں تہذیب کی جوش تھلیاں بکھیر رہی ہے۔ اُس کی روشنی اسلام کے چراغ ایزد فروز سے مستعار لی گئی ہے + انہیں یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ عرب جنہیں قرآن کے مخاطب اولین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ محمدؐ مگر کون کے محکوم کیونکر رہ سکتے ہیں + چنانچہ اسی زمانہ میں جبکہ ایک جانب اتحاد تورانی کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ دوسری جانب اتحاد عرب کا راگ الا یا جارا تھا +

سیسی پادری مغربی استثمار کے نقیب ہیں۔ وہ اگرچہ مرکز عرب میں پہنچ کر ان خیالات کی اشاعت تو نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن شام اور فلسطین میں وہ جہاں جہاں پہنچ سکے اسی نوع کے افکار نہایت سرعت سے پھیل گئے یعنی لوگ ایسے بھی تھے جو عربوں کا بھیس بدل کر حجاز تک جا پہنچے۔ مشہور سیاح ڈاؤنٹن عرصہ تک حجاز میں

ملہ ملاحظہ ہو دو لائیں ان عربیہ لائنوں کے ساتھ عرب ہیں۔ معنف لادل شام۔ صفحہ ۵۰۔

لے جن مغربی سیاحوں نے عرب کی سیاحت کر کے اُس کے آثار کا معائنہ کیا۔ ان میں سب سے پہلا شخص نیو ہمر ہے۔ ملاحظہ ہو دس ڈنارک کی حکومت نے سیاحوں کا ایک وفد بھیجا تھا۔ نیو ہمر اس جماعت کا سرگروہ تھا۔ لیکن اُس کی سیاحت زیادہ حرمین کے علاقہ تک محدود رہی۔ اس کے بعد ہمبرج۔ یونائیٹڈ روفرہ نے عمیر کی سیاحت کی۔ ان کے بعد ڈاؤنٹن جو تھے کے آثار کا مطالعہ کیا۔ ملاحظہ ہو دس ڈنارک کے آثار کی تحقیق کی۔ اس کے بعد آسٹریا کے ایک ماہر علم آثار مگنور نے حیرت انگیز آثار کا معائنہ کیا۔ لیکن یہ لوگ سوا اعلیٰ علاقوں سے

رہا۔ وہ عربی زبان نہایت صفائی اور روانی سے بولتا تھا۔ اور کسی کو لہو بھر کے لئے بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ افرنجی الاصل عیسائی ہے۔ ٹامس لاول نے ایک اور مسیحی حسن ابن خلیل کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو امیر فیصل کی فوج میں شامل تھا۔ عرب اس کے متعلق صرف اتنا جانتے تھے۔ کہ وہ ایک عربی النسل مسلمان ہے جس کی

آگے نہیں بڑھے۔ ڈزریڈے۔ ہرٹش اور تھیوڈور بنٹ نے حفصہ کی سیاحت کی۔ اور حیر کے اکثر کتابت کو محفوظ کر لیا۔ لیکن حجاز میں بہت کم سیاحوں کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سر رچرڈ برٹن ج کے بہانہ سے مسلمان بن کر پہنچا۔ اور مدینہ کی سیاحت میں مصروف رہا۔ بر کھارڈ نے بھی مسلمان بن کر حجاز کی سیاحت کی۔ اس پر اسلام کی سادگی کا اقرار اس قدر ہوا کہ وہ آخر کار مسلمان ہو گیا۔ حجاز کی سیاحت میں اولیت کا فتح ایک ہسپانی سیاح بیٹھے سلج کو حاصل ہے جس نے علی بے عباس کے نام سے عثمانیہ میں مکہ منکر کی زیارت کی۔ لیڈی بلنٹ اور ہوبر کی سیاحت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لیکن انہیں حجاز میں جانے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے آخر میں گورڈویل اور مس روز ٹانفوریس نے عرب کے ساحلی مقامات کی سیاحت کی۔ ایڈورڈ سنہری پامر کو اگرچہ ان سیاحین اور کشفین میں چنداں اہمیت حاصل نہیں لیکن اس نے اسلامی ممالک کا سفر محض سیاسی اغراض کے ماتحت کیا تھا۔ پامر عربی۔ فارسی اور اردو میں مہارت رکھتا تھا۔ فارسی اور اردو نظم و نثر پر بھی اسے قدرت تھی۔ جب مصر میں عربی پاشا نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو پامر کو اس کے خلاف پروگنڈا کرنے کی غرض سے بھیجا گیا۔ اس نے ہمیں بد لکھ مختلف قبائل میں عربی پاشا کے خلاف ایسی پرجوش تقریریں کیں کہ بغاوت کا پہلا ساز و شور نہ رہا۔ آخر وہ جو الی عرب میں ایک اعرابی کے ہاتھوں قتل ہو گیا +

عمر کا ایک حسد مسیحی ممالک میں بے پروا ہو چکا ہے۔ لیکن حقیقتاً وہ مسیحی تھا۔ اور اگرچہ
 اُسے یہ جرات تو نہ تھی کہ اپنے مذہبی عقاید علانیہ بیان کر دے۔ لیکن تحریک
 ”دعوت عربیہ“ کی تائید و حمایت اور اپنے سیاسی افکار کی تبلیغ سے اُسے کوئی نہیں
 روک سکتا تھا +

غرفکر جنگ عمومی شروع ہوئی۔ تو شام کی ترکی نوج کے تمام عرب سپاہیوں
 کو بغاوت پر آمادہ کیا باچکا تھا۔ صحرائے عرب کے تمام قبائل ترکوں کے خلاف
 علم بغاوت بلند کرنے پر تیار بیٹھے تھے جسین کے قاصد ہر قبیلہ کے شیخ کے پاس
 پہنچ چکے تھے۔ اور شام فلسطین اور حجاز کے عربوں کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جو غلط
 ترکوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کو اپنی زندگی کا اولین فرض نہ سمجھتا ہو +



چوتھا باب

شریف حسین کی حیلہ سازیاں

جنگ عمومی کا آغاز آسٹریا اور سر ویہ کے نزاع سے ہوا۔ لیکن تھوڑی دیر میں سارے یورپ کی فضا آگ کے شعلوں سے چھب گئی اور سمندر کی نیلگیں سطح کو خون کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ محاربہ عظیم کا باعث ایک سر ویہ طالب علم کا جذبہ عشق وطن تھا جس نے ولی عہد آسٹریا کو قتل کر کے دول فرنگ کے لئے پیکار آزمائی کا ایک عمدہ موقع مہیا کر دیا۔ لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ جنگ کی آگ عرصہ سے سلگ رہی تھی۔ اگر ولی عہد آسٹریا کے قتل کا واقعہ ہر روئے کار نہ آتا۔ جب بھی جنگ ناگزیر تھی مغربی استعمار اپنی اغراض پر پردہ ڈالنے کے لئے ہمیشہ ایسے ہمارے تلاش کر لیا کرتا ہے۔

ترک ابتدا میں غیر جانبدار تھے۔ لیکن جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے سرحدوں کو مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ انگلستان میں ترک کی عساکر کی نقل و حرکت کو غصہ کی نظر سے دیکھا جبار مہاتما جب ترک اس آگ اور خون کے مہیب کھیل میں فسرک ہوئے تو برطانی مدبر پکار اٹھے کہ موت کا گھڑ پال بیچ چکا۔ ترکوں نے جنگ

میں شریک ہو کر اپنی موت کے محضر پر دستخط کر دیئے۔ ہندوستان کے مسلمان جنہوں نے برطانیہ سے عہد وفاقا استوار کر رکھا تھا۔ یہ چاہتے تھے۔ کہ ترک اول تو جنگ میں شریک ہی نہ ہوں۔ اور اگر شریک ہوں تو انگریزوں کا ساتھ دیں لیکن ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست فہمی کی حقیقت کس کو معلوم نہیں؟ ترکوں نے جو کچھ کیا ہو تو اور ضرورت دیکھ کر کیا۔ وہ مجبور تھے کہ جنگ میں شریک ہوں۔ اور برمنی کے حلیف کی حیثیت سے شریک ہوں +

افسلائی تحریک اہم بیان کر چکے ہیں کہ جنگ سے پہلے ہی شام عراق اور فلسطین میں ایک وسیع انقلابی تحریک نشوونما پا رہی تھی۔ اگرچہ شریف حسین اور شام فلسطین کے مصلحین کی حیلہ سازوں کے تفصیلی تذکرہ کا یہ موقع نہیں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بعض اہم امور بیان کر دیئے جائیں۔ تاکہ دنیا پر کم از کم یہ تو واضح ہو جائے کہ بغاوت عرب کے سلسلہ میں ترکان احرار پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں ان صداقت کس قدر ہے +

شام اور فلسطین میں جو لوگ ترکوں کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ ان میں امیر عرابجرائی۔ ڈاکٹر عبد الرحمن۔ قود علی۔ امیر عارثا الشہابی۔ شعیب بے المودید شکرچی۔ عبد الوہاب۔ توفیق بے۔ عبد الحمید الزیراوی۔ عبد الحنی علیسی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبد الکیم الحلیلی ان کا سرگروہ تھا۔ جمال پاشا ۱۹۱۵ء کے اواخر میں شام و فلسطین کے عامل مقرر ہو کر دمشق پہنچے۔ وہ ایک نکتہ رس اور بیدار مغز بزرگ تھے۔ ان لوگوں کے تیور دیکھ کر انہوں نے فوراً ان کے عزائم پر اطلاع حاصل کر لی۔ وہ اگرچہ جانتے تو تشدد سے اس فتنہ کو دبا سکتے تھے لیکن جمال پاشا اور دوسرے

نوجوان ترک وطنی تحریکوں کے حامی تھے۔ اور ان کے نزدیک ہر قوم کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنے لئے کامل خود مختار حکومت کا مطالبہ کرے۔ اس لئے انہوں نے ان دیحان و طینت کا حوصلہ بڑھایا۔ اور ان کے جلسوں اور مظاہروں میں خود شریک بنے ہوئے رہے۔ لیکن ان پانچوں نے پائشائے مصوف کے احسانات کی قدر نہ کی۔ عبد الکریم الجلیلی بطا ہر تو یہ کہتا تھا کہ شام و فلسطین کے شجاع عرب ایسی نازک ساعت میں خلیفۃ المسلمین کے وفادار رہیں گے۔ اور ایک خاص مجلس میں اپنے رفقا سمیت حلف و فاداری اٹھا چکا تھا لیکن دراصل ترکوں کے خلاف برا برسائشیں ہو رہی تھیں اور ارباب شرف و فساد سیدون اور طاثر کے اضلاع میں بغاوت برپا کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ جون ۱۹۱۵ء میں جمال پاشا کو اطلاع ملی کہ شام میں بغاوت کا فتنہ سر اٹھ رہا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ اصلاح کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تو عبد الکریم اور اس کے رفقا کی گرفتاری کے احکام صادر کر دیئے۔

سازش کا انکشاف | اب عجیب عجیب راز کھلے۔ کئی دستاویزیں پیش ہوئیں جن سے معلوم ہوا کہ بغاوت کی ساری نچت و پز ہو چکی تھی۔ ایک اور اطلاع یہ بھی ملی کہ شام کے عیسائی اس ملک میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عرب یہ سن کر بے حد برا فروختہ ہوئے اور شام و فلسطین کے تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن جمال پاشا کے حسن تدبیر نے ملک کو خونریزی سے بچالیا۔

لے اگر عرب اس وقت ترکی کا ساتھ دیتے تو کیا عجب تھا کہ وطن پرست ترک شام و فلسطین، عراق اور حجاز کی عنان اختیار ہوں گے سپرد کر دیتے۔

عبدالکریم الخلیل کی گرفتاری نے سازشیوں کی کمر توڑ دی۔ جماعتِ مصلحین کے ارکان وہاں جہاں موجود تھے۔ گرفتار کر لئے گئے، لیکن اُس وقت تک کوئی ایسی دستاویز قبضہ میں نہیں آئی تھی جس سے شریعت حسین کے ساتھ سازشیوں کا تعلق ثابت ہو سکتا۔ جمال پاشا تو اس قبضہ میں آجھے ہوئے تھے۔ اور اُدھر شریعت حسین مصر کے ہائی کمشنر سر تھری میگوہن سے گفت و شنید میں مصروف تھا۔ جنوری ۱۹۱۷ء تک یہ گفت و شنید مکمل ہو گئی +

فیصل قسطنطنیہ میں | اگر شام کے باغیوں کو اپنے ارادوں میں کامیابی ہوتی تو حسین شام میں بغاوت برپا ہوتے ہی اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتا۔ لیکن مشکل یہ پڑی کہ اُدھر اتحادیوں کی فوجیں ورہ دانیال سے پسپا ہو رہی تھیں۔ اور اُدھر سازش ناکام ہو چکی تھی۔ اس لئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس تاخیر و تعویق کی ضرورت اس لئے بھی پیش آئی کہ شریعت حسین ترکوں سے روپیہ اور سامانِ حرب حاصل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ فیصل کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اُس نے خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اور اپنے باپ کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور کہا کہ عرب کا بچہ بچہ خلافتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر جان نثار کر دینے پر آمادہ ہے۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ اور فیصل نے تقریباً ساٹھ ہزار پونڈ نقد اور بہت سا ذخیرہ حرب حاصل کر لیا +

جن دنوں عبدالکریم الخلیل - رضا بے وفیرہ کو سزائے موت دی گئی، فیصل مشرق میں موجود تھا۔ وہ خائف تھا کہ کہیں اُن میں سے کوئی راز فاش نہ کر دے، لیکن غیر گذری کہ کسی نے زبان تک نہ ہلائی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک سازشی کو سزائے موت دی جا رہی تھی۔ فیصل سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور اُس نے جہاں پاشا

کی جانب رخ کر کے کہا۔ آپ کو اس ظلم کا خیال نہ بھگتا پڑے گا؟ اس کی اس غیر معمولی جبارت نے پاشائے موصوف کو ہر فروختہ کر دیا۔ ابراہیم فیصل کے بعض دوست جو استنبول میں اعلیٰ اہم درجہ پر مامور تھے۔ اس کی جاس سے معذرت کر کے معاملہ رفع دفع نہ کر دیتے۔ تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان سادشیوں کا ہو چکا تھا، لیکن اس روایت کی صحت محل نظر ہے جہاں پاشا نے اپنے تذکرے میں اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔

انور جہاں کے قتل کی سازش فروری ۱۹۱۷ء میں انور پاشا اور جہاں پاشا مدینہ پہنچے فیصل آن کے ہمراہ تھا۔ اس سفر کی غرض و غایت یہ تھی کہ سربز کی مہم میں شرکت کے لئے جو فوج جمع کی گئی تھی، اس کا معائنہ کریں۔ یہاں پانچ ہزار سربز آواجہ تھے انور پاشا اور جہاں پاشا نے اس فوج کا معائنہ کیا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ تلواریں جن کی تابش دیکھ کر ہم خوش ہو رہے ہیں۔ ترکوں کے خون سے اپنی پیاس بجھائیں گی؟ شریف حسین نے انکے اعزاز میں ایک ضیافت دی اور اپنی کامل فافا داری کا یقین دلایا۔ اور عرب کے بعض شیوخ میں یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ انور جہاں کو تلوار کے گھاٹ مٹا دیا جائے۔ اسی رات کو چند اکابر فیصل کے پاس یہ تجویز لے کر پہنچے۔ فیصل نے جواب دیا تجویز تو مقبول ہے۔ لیکن عرب جسے اپنی مہمان نوازی پر فخر ہے۔ دنیا کو کیا منہ دکھائے گا؟

لہ جہاں پاشا مرحوم کا تذکرہ جو دراصل مرحوم کا روزنامہ ہے۔ پہلے ترکی زبان میں شائع ہوا۔ علی احمد شکر نے اسے عربی میں منتقل کیا۔ اس کا ترجمہ انگریزی میں یحییٰ کنہی نے شائع کیا ہے۔

شہر لیت حسین کا پیغام | انور پاشا واپس سلطنت میں پہنچے تو شریف حسین کا ایک تار موصول
 ہوا جس کا مضموم یہ تھا کہ یزوک سے مکہ تک میری حکومت تسلیم کر لی جائے۔ اور
 جماعتِ مسلمین کے جو ارکان قید ہیں۔ انہیں فوراً رہا کر دیا جائے۔ اس تار نے
 شہر لیت حسین کے عزائم کو بالکل بے نقاب کر دیا تھا۔ لیکن فیصل نے گڑ گڑا کر
 کہا کہ اس بارہ میں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس تار کا جواب یہ دیا
 گیا کہ خود مختاری کے مطالبہ کا یہ وقت نہیں۔ فیصل نے مٹی میں مدینہ مراجعت
 کی۔ جمال پاشا اگر چاہتے تو اسے نہ جانے دیتے۔ لیکن جب اس نے اجازت طلب
 کی تو انہوں نے فوراً درخواست منظور کر لی۔ لیکن ساتھ ہی اپنے ایک افسر
 نوادہ بے سے کہہ دیا کہ فیصل جاتے ہی گل کھلائیگا۔ اور غرب میں پناہ دے دیا
 ہو جائے گی۔ آخر یہی ہوا اور ۲۲ جون کو مدینہ کے شمال میں ریلوے لائن پر حملہ کر دیا گیا
 غرض کہ یہ ہے شریف حسین اور اس کے رفقاء کی جیلد ساریوں کی مختصر داستان۔
 جسے مغربی معنفوں کی رنگ آمیزیوں نے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے *

بناوٹ کا اعلان | شریف حسین نے ۲۴ جون ۱۹۱۶ء کو اپنی خود مختاری کا اعلان
 کیا۔ یہ اعلان ترکوں کے گناہوں کی ایک طویل فہرست پر مشتمل تھا کہیں ترکوں
 کے مفروضہ الحاد کی داستان تھی۔ کہیں استخفافِ شریعت کا افسانہ تھا کہیں انجمن
 اتحاد و ترقی کے ارکان کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اور کہیں شام اور فلسطین
 کے ان افسر ار کا نام تھا جنہیں جمال پاشا نے سزائے موت دی تھی۔ اس پر
 زمیں گیر نے اپنے اعلان میں دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ کہ ترکوں کی۔
 یہ عنوانات حد سے بڑھ گئی ہیں اور اب اصلاح کے تمام دروازے بند ہو چکے

میں *

فیصل کا خیال تھا کہ وہ چند گھنٹوں میں مدینہ پر قبضہ کر لے گا۔ لیکن یہ امید
بر نہ آئی۔ اس نے مدینہ پر نہایت لمبے جگہری سے حملہ کیا۔ لیکن عین معرکہ میں ایک
قبیلہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کا بھاگنا تھا کہ ساری فوج بھاگ نکلی۔ اور فیصل
کو اپنے کیمپ میں جو مدینہ سے مغرب کی جانب تھا پناہ لینی پڑی *

مکہ معظمہ اور جدہ پر حملے | اُدھر مکہ معظمہ میں شریعت حسین نے ترکوں پر حملہ کر کے قلعہ
پر قبضہ کر لیا۔ ترک نہایت شجاعت سے لڑے اور سب کے سب کٹ مے
حیرت ہے کہ شریعت حسین نے با اینہم اُدھائے اسلام پرستی۔ اس معرکہ میں
بے حد قساوت قلبی کا ثبوت دیا۔ ترکوں کا خون نہایت لمبے دردی سے بہایا
گیا اور ترک قلعہ دار کی نقش کو اس دیا ر مقدس کے گلی کوچوں میں گھسیٹا گیا۔
موتخ کا قلم ہمیشہ اُن منظالم کا ماتم کرتا رہیگا۔ جو ترکوں پر اس بلد آسن میں توڑے
گئے! اور اسلام کا مجدد شرف ہمیشہ اس واقعہ پر نوجہ گزرے گا۔ کہ حرم پاک
میں جہاں ہر ذی حیات کو امان دی جاتی ہے غرضندان توحید کو امان نہیں دی
گئی * ۷

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ

قرب حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

جدہ پر عربوں نے پانچ دن کے مختصر عرصہ میں قبضہ کر لیا۔ لیکن اس فتح مندی
میں حسین کے مسیحی حلیف برطانیہ کی اعانت بھی شریک تھی۔ کپتان بائل کی سر
کردگی میں پانچ انگریزی جہاز بھجھ دیئے گئے تھے۔ عربوں نے جھٹکی سے حملہ کیا۔

انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولباری کی۔ تیاری میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے کسی مسیحی سلطنت کو اس طرح عرب کے امن و سکون میں خلل انداز ہونے کی حرأت نہیں ہوئی تھی +

مدینہ سے پسپائی | فیصل مدینہ کے باہر بیٹھنا و خارجہ حرب کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے کسی قاصد راہ رخ بھیجے۔ لیکن انگریزوں نے صرف کچھ رنگ خوردہ جاپانی بندوہیں بھیج دیں۔ انگریزوں نے اُنہیں دنوں بیسویں کے فوجی استحقاقات پر قبضہ کر لیا۔ فیصل انگریز کرنیل سے جو اس دستہ کا افسر تھا، ملا اُس نے کچھ تو ہیں دے کر فیصل کی اشک شونی کر دی +

فیصل نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ لیکن ترکوں کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ وہ بڑی بڑی امیدیں لے کر آگے بڑھتا تھا اور ترکوں کی شجاعت کی چٹان سے ٹکرا کر محذور ماندگی کے احساس کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ فیصل دل شکستہ ہو گیا۔ قبائل آہستہ آہستہ اُس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ روپیہ اور سامان حرب کی کمی تھی۔ اور اس عرصہ میں اُسے شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ شریف حسین مکہ میں تھا۔ عبداللہ بھی اُس کے پاس تھا۔ اور علی اور زید تاج میں تھے۔ آخر فیصل بھی طوائف مدینہ سے پسپا ہو کر ساحل کے قریب پہنچ گیا لیکن اہل قبائل کا ایک دستہ ترکوں کی جو کیوں پر حملے کرنا رہا۔ حملہ و فاع کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ یکایک صحرائے عرب کی غیر محدود وسعت سے ایک پراسرار اہنبی نمودار ہوا جس نے آتے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ یہ شخص لائن تھا جس کے کارناموں کا تفصیلی تذکرہ ہمارا مقصود اصلی ہے +

سہ راہ حجاز قلم کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے +

پانچواں باب

ٹامس ایڈورڈ لارنس

ٹامس ایڈورڈ لارنس کی ولادت ۱۸۷۷ء میں بمقام ٹریبیڈوگ ہونی چوشالی
 انگلینڈ میں واقع ہے۔ اس کا باپ ٹامس لارنس آئرش نسل سے تھا۔ اور اس کی ماں
 جو کچھ عرصہ تک دین مسیحی کی تبلیغ کرتی رہی ہے۔ ایک انگریز خاتون + لارنس کے سوانح
 نگار ٹامس لاول نے اس کے نام و نسب کے متعلق بعض عجیب و غریب غلط بیانیوں
 کی ہیں مثلاً وہ لکھتا ہے کہ سر جان لارنس اور سر ہیری لارنس جو دونوں کے سلسلہ
 میں شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ لارنس کے اجداد میں تھے۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے +
 خود لارنس اور اس کے دوسرے سوانح نگاروں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ لارنس
 کا باپ ایک معمولی شخص تھا۔ جسے کوئی خاص عزت یا وجاہت حاصل نہیں تھی +
 تسلیم لارنس کی تعلیم مختلف مکاتب میں ہوئی۔ اس نے اپنی ابتدائی عمر کچھ عرصہ
 نیو سکاٹلینڈ میں بسر کیا کچھ فرانس اور پھر شاترن میں تعلیم کے ابتدائی مراحل طے کرنے
 کے بعد وہ آکسفورڈ کے چیوز کانج میں داخل ہو گیا۔ انگلستان کا ایک اہل قلم رابرٹ
 گریو جس نے اس کے سوانح حیات نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں دیکھتا ہے

کہ لارنس کو مبداً قیاض نے علمی ذوق عطا کرنے میں نہایت قیاضی سے کام لیا تھا وہ تعلیم سے غیر معمولی شغف و اہتمام رکھتا تھا۔ کالج میں داخل ہونے سے پیشتر ہی اُس نے عربوں اور ترکوں کے تعلق کافی ذخیرہ معلومات فراہم کر لیا تھا۔ اور اکثر اوقات اُس کے قلب میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ اسے کاش عربوں کو ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا!

سیاحت لارنس کو اپنے امتحان کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھنا تھا۔ مقالہ کا موضوع تھا ”قرون وسطیٰ کے فرنگستانی فن تعمیر پر حروب صلیبیہ کے اثرات“ انگلستان اور فرانس کی وہ تمام عمارتیں جو قرون وسطیٰ کی یادگار ہیں۔ اُس کی نظر سے گزر چکی تھیں۔ اُس نے صلیبی سرداروں کے آثار باقیہ کا معائنہ کرنے کی غرض سے شام اور فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ٹوٹی پھٹی عربی سیکھی تھی۔ اُس کی ساری کائنات ایک کیمرے پر مشتمل تھی، اُس کی حیرت انگیز جزات اور بے باکی کا ثبوت اُسی وقت سے ملنا شروع ہو گیا تھا جبکہ اُس نے اس کم ہنگی اور بے سرو سامانی کے عالم میں فلسطین اور تیسرا کا پایادہ سفر کیا۔ وہ حیف سے ہوتا ہوا کوہستان طارس تک چلا گیا۔ وہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم کر حروب صلیبیہ کے زمانہ کے آثار کا معائنہ کرتا تھا۔ اور باؤنڈیشن عربوں کی مہمان نوازی کی بدولت اُسے طعام و قیام پر کچھ صرف بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شام میں ایک ترکمان نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور اُسے مجروح کر کے اُس کی جیب سے گھڑی نکال کر لے گیا۔ اس حادثہ کے بعد اُس نے عربوں کی ایک قریبی بستی میں رات گزاری۔ یہ لوگ اس قدر نیک اور مہمان نواز تھے کہ انہوں نے چور کو مالِ مسروقہ سمیت لارنس کے سپرد کر دیا۔

ہیں پہلی مرتبہ لائس کو صحرائے عرب کی عظمت کا احساس ہوا۔ وہ ایک پرانے قلعہ کے کھنڈروں کا معائنہ کر رہا تھا کہ اُس کے عرب بدو نے اُسے یاسین اور بنفشہ کے پھول دکھائے۔ جن کی نکلت سے روح باییدہ ہوتی تھی۔ اور پھر غیر محدود ریگ ناز پر نظر دوڑا کہ کہا ”صحرائے عرب کی ہوائیں جوانرگی اور نکلت ہے۔ وہ یاسین اور بنفشہ میں کہاں؟“

لائس چار ماہ کی مختصر سیاحت کے بعد گھر لوٹا تو شام کی ایک اور دعوت کو اپنا منتظر پایا یعنی میگزین کا ایج نے اُسے آثار قدیمہ کی تحقیق و ترقیق کی غرض سے چار سال کے لئے ولیفہ دینا منظور کر لیا۔ اور وہ پھر فرات کی شاداب اوی میں پہنچ گیا۔ جہاں ڈاکٹر ہوگر تھ کی نگارنی میں ایک قدیم شہر کے آثار کی کھدائی ہو رہی تھی۔ یہ کام اُس کے ذوق و وجدان سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ ۱۹۱۰ء سے آغاز جنگ عمومی تک شام میں رہا۔ ۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر ہوگر تھ کی جگہ ایک انگریز ماہر آثار قدیمہ ہونا رڈوڈی نام نے لے لی۔

بعد ازیں کو اُس زمانہ میں قسطنطنیہ سے بغداد تک ریلوے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جرمن انجینئریا کے فرات پر ایک پل بنانا ہے تھے۔ لائس کے پردہ بصیرت پر مستقبل کے واقعات کا نقشہ کھینچ چکا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ مشرق میں جرمنوں کی مداخلت خالی از علت نہیں۔ چنانچہ اُس نے لارڈ کچنر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اسکندریہ کو جرمنوں کے قبضہ میں کیوں دیدیا گیا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ڈسٹرلی نے

۱۰ ماہہ برلن کے رُود سے اسکندریہ جرمنوں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔

۱۱ ڈسٹرلی انگلستان کا مشہور مدبر عرصہ تک وزارتِ عظمیٰ کے عہدہ پر سرگزار رہا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸)

ایک مرتبہ کہا تھا کہ ”اس بندرگاہ پر امن عالم کا دار و مدار ہے“
 لارڈ کچنر نے جواب دیا کہ ”میں تو بار بار توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن صیغہ خارجہ کو
 اس کی کوئی پروا نہیں۔ دو سال میں ایک عالمگیر جنگ چھرنے والی ہے۔ میں یا
 تم اسے نہیں روک سکتے۔ جاؤ اپنا کام کرو“

جرمنوں سے لارنس کو نفرت تھی۔ اُس کی زندگی کے اس عہد میں ایسے
 متعدد واقعات ملتے ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ جرمنوں کو چھیڑتا
 رہتا تھا۔ اور بعض مرتبہ تو آپس میں لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔ جرمن انجینروں کے
 غیر دانشمندانہ طریق عمل نے خود اُن کے عرب اور گروہ مزدوروں کے اندر اضطراب
 پیدا کر دیا تھا۔ کئی مرتبہ ہنگامہ و فساد تک نوبت جا پہنچی۔ لارنس ایسے مواقع پر ہمیشہ مزدور کا
 ساتھ دیا کرتا تھا۔ اور اُس کی یہ مداخلت جہاں اُسے عربوں اور گروہوں میں ہر دو طرفہ زبانہ
 تھی۔ وہاں جرمنوں کے لئے اُس کا جو مسلسل اور پیچیدہ پریشانیوں کا باعث بنا ہوا تھا
 کسی اجنبی قوم میں قبول و رسوم حاصل کرنے کے لئے اُس کے قومی خصائص
 آداب معاشرت اور روایات کا مطلق ضروری ہے۔ لارنس نے یہاں رکھ کر عربوں
 کی زندگی کے ہر پہلو کو فکر و غور کی روشنی میں دیکھا۔ اور اُس پر جہاں یہ راز کھل گیا
 کہ عرب ایک سیدھی سادی قوم ہے جو ہر شخص پر اعتماد کر لیتی ہے۔ جسے اُن
 کی روایات سے ہمدردی ہو۔ وہاں اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اُس کی اپنی

(حاشیہ صفحہ ۱۱۹) وہ عام طور پر لارڈ بیکنسفیلڈ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انگریزی زبان کے
 بہترین افسانہ نگاروں میں سمجھا جاتا ہے۔ انگریزوں کی گردن ہمیشہ اُس کے احسان سے خم ہو گئی
 کہ اُس کے تدبیر کی بدولت نرسوزیر برطانیہ حیط اقتدار میں آئی۔

فطرت میں بعض ایسی قوتیں پوشیدہ ہیں جنہیں اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔
تو بہت بڑے کارنامے انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ عربوں میں جو اُس نے قبول عام
حاصل کر لیا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے :-

میں گزروڈیل | اس وقت جتنے انگریز گھدائی کے کام پر مامور تھے۔ ان میں صرف
لارنس ہی ایسا تھا جو بھی ازدواج کی زنجیروں میں اسیر نہیں ہوا تھا۔ اتفاق یہ کہ
اُن دنوں مشہور سیاح عورت میں گزروڈیل جو صحرائے عرب میں عرصہ تک رہی ہے۔
اس گاؤں میں وارد ہوئی۔ اہل قریہ نے میں بل کے درود سے یہ نتیجہ نکالا کہ
وہ لارنس کی منسوب ہے۔ اور اُس سے شادی کے لئے آئی ہے۔ چنانچہ
سارے گاؤں میں خوشیاں منائی گئیں۔ میں بل کا قیام نہایت مختصر تھا۔ وہ جب
شام کو رخصت ہونے لگی۔ تو گاؤں والوں نے یہ سمجھا کہ میں بل نے لارنس کو پسند
نہیں کیا۔ اور وہ اس کی رفیقہ حیات بننے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ اس گاؤں کی
ساری عرب آبادی اس غرض سے جمع ہو گئی کہ اس افرنجیہ "کو نہ جانے دیا جائے۔
اگر لارنس بلطائف اہل آہنیں روک نہ دیتا۔ اور میں بل کی رخصت کی کوئی اور تاویل
نہ کر دی جاتی۔ تو وہ یقیناً اُسے گاؤں سے باہر قدم نہ رکھنے دیتے +

اس صحرا کی اس پُر سکون زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ جنگ کی آگ اپنی تمام
شعلہ سامانیوں کے ساتھ بھڑک اٹھی۔ اور لارنس نے محسوس کیا کہ اب علمی تحقیق و
تدقیق کے بجائے اُسے جنگ کے رعد و برق میں اپنے ذوق کی پزیرائی کا سامنا
"ملاش کرنا چاہئے +

چھٹا باب

لارنس ایک جاسوس کی حیثیت میں

لارنس نے جب فوج میں بھرتی ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ تو طبی مجلس
متمحذ کے اعضاء اور کان نے اُس کا قدر و قیامت اور ڈیل ڈول دیکھ کر جواب دیا۔
”سیاں صاحبزادے! تم ابھی آگ اور خون کی ہونی کھیلنے کے قابل نہیں۔ گھر
چلے جاؤ اور دوسری جنگ کا انتظار کرو“

اُس نے تین مختلف مقامات پر فوج میں شامل ہونے کی کوشش کی۔
اور ہر جگہ تقریباً انہیں الفاظ سے اُس کے والہانہ اشتیاق کی پیرائی کی گئی +
اگر ان لوگوں سے اُس وقت کہا جاتا کہ آج سے چار سال بعد یہی لڑکا
دشمن میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگا۔ اور ساری کجی دنیا اُس کے
کارناموں کے ذکر سے گونج اٹھیں گی۔ تو وہ یقیناً اسے مجذوب کی بڑے زیادہ
اہمیت نہ دیتے +

لارنس فوج میں بھرتی تو نہ ہو سکا۔ لیکن تھوڑے دنوں میں ہی اُسے
برطانیہ کے صلیبہ ہتھیار میں لے لیا گیا۔ صحرائے عرب کے متعلق اُس کا علم وسیع تھا۔

عربوں کے دم و رواج اور فطری رجحان کا مطالعہ یا معائنہ نظر کر چکا تھا۔ اور اس بازار میں اسی متاع کی قدر تھی۔ اُس کا وجود صیغہ خفیہ کے لئے مفید ثابت ہوا۔ اور وہ علم جو اُس نے عربوں اور ترکوں کی معائنہ فواری کی بدولت حاصل کیا تھا عربوں اور ترکوں کو تباد کرنے کے کام آیا۔

پارلر اعمال | برطانیہ کے صیغہ خفیہ کے اندرونی حالات کس کو معلوم ہیں؟ ہماری اطلاعات کا ماخذ وہی کتابیں ہیں جن کے نقوش انگریزی سفینوں کے قلم کے رہیں منت ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں صیغہ خفیہ کے تمام کارنامے کہاں؟ بہتیرے واقعات ایسے ہیں جو دنیا کو نہیں بتائے گئے۔ اور شاید کبھی نہیں بتائے جائیں گے لیکن جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ بھی غنیمت ہے۔ کم از کم ہم لارنس کو مصر سیز میں سفر کرتے تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اُور بات ہے کہ ہمیں اُس کے مقاصد اور سفر کی تمام تفصیلات معلوم نہیں، پھر یہی شخص ہمیں مصر کے مغربی علاقہ میں جہاں شیخ سنوی اور اُن کے تابعین آباد ہیں عربی لباس پہنے دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اُس کے عزائم ہماری نگاہ سے پوشیدہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ اُن انگریزوں کا سراغ لگانے گیا تھا جنہیں عربوں نے گرفتار کر کے امیر زنداں کر رکھا تھا۔ اس کے بعد اُسے ہم یونان کے پانچوٹ ایتھنز میں دیکھتے ہیں۔ وہ وہاں کیا کرنے گیا تھا؟ اس سوال کے جواب میں تمام مغربی تذکرہ نگاروں کا قلم خاموش ہے۔

زمانہ جنگ میں جن فدار عربوں نے ترکوں کے خلاف فلسطین۔ عراق اور شام میں سازشیں کیں۔ ترکی انواج کی نقل و حرکت کی اطلاع انگریزوں اور فرانسیسیوں کو دیتے رہے۔ اُن میں بڑے بڑے صاحب جیتہ و عوامیہ شیوخ تھے۔ ان لوگوں کو

لارنس کے توسط سے ہدایات ملتی تھیں۔ اسی کی معرفت روپیہ دیا جاتا تھا عرض کہ لارنس اپنی استعفاء و خاص کی بدولت تھوڑے دنوں میں ہی ان عرب جاسوسوں کا سردار بن گیا جو حجاز مقدس سے ایشیائے کوچک تک پھیلے ہوئے تھے۔

انہیں دنوں لارنس کو مصر کی خفیہ سیاسی مجالس کا سراغ لگانے کے لئے مقرر کیا گیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ لارنس نے حصول مقصد کے لئے کیا طریقے اختیار کئے لیکن ہمیں اس قدر بتایا گیا ہے کہ اس مقصد میں بھی اُسے کامیابی ہوئی۔ دنیا میں عذاروں کی کمی نہیں، ہر مجلس، ہر ادارہ، ہر حکومت میں ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو چند روپوں کے عوض اپنی قوم و وطن کے بہترین مقاصد کو فروخت کر لیں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ ان مجالس میں بھی ایسے لوگ تھے۔ لارنس ان سے ملا اور معاملہ طے ہو گیا۔ نمبر کا نسخہ بچکایا گیا۔ عذاری کی قیمت ادا کر دی گئی۔ اور لارنس کو ان مجالس کے تمام ارکان کے نام معلوم ہو گئے۔

یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ تو لارڈ کچنر کی بارگاہ میں لارنس کا اعتبار بھی فروں ہوا اور اسے خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

میسو پوٹیمیا میں یہ وہ زمانہ ہے کہ جنرل ٹرنر نے قطارِ العرب میں محصور ہو چکا تھا۔ اور یہ ایشیہ تھا کہ ترک قطارِ العرب پر قبضہ کر لیں گے۔ انگلینڈوں نے چاہا کہ قطارِ العرب کی ترکی فوج کے سالار جنرل ٹوری پاشا کو رشوت دے کر محصورین کو نجات دلائی جائے اس مقصد کے لئے ہونڈوں و مناسب شخص کی تلاش ہونے لگی تو کچھ انتخاب لارنس پر پڑی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۶ء میں اُسے میسو پوٹیمیا بھیج دیا گیا۔ لارنس دو اور انہروں کے ساتھ سفید جھنڈے اڑاتا ٹوری پاشا

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مصر میں وہ نہایت معمولی قیمت پر عربوں کے ضمیر خرید چکا تھا۔ اُسے اپنی ساحرانہ قوتوں پر پورا اعتماد تھا۔ لیکن اُس کے سارے ترقیبی حربے بیکار ثابت ہوئے۔ انگریز سمجھے تھے کہ جنرل ٹوری پاشا روپیہ لے کر قطع کے محاصرہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ ٹوری پاشا نے اس کا وہی جواب دیا۔ جو ایک بہادر ترک دے سکتا ہے یعنی لارنس کی پیشکش بکمال حشرات مسترد کو ہی گئی +

میسو پوٹیمیا کی بطلانی فوج کا تعلق براہ راست حکومت ہند سے تھا۔ اور اگرچہ لارڈ کچنر کو سپہ سالار اعظم ہونے کی حیثیت سے اس فوج پر اختیار حاصل تھا۔ لیکن بعض معاملات میں اُسے حکومت ہند کی خواہشات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا۔ لارڈ کچنر کی خواہش تھی کہ میسو پوٹیمیا کی خفیہ مجالس کے توسط سے اس ملک میں ترکوں کے خلاف بغاوت کو راہ دی جائے۔ تاکہ برطانیہ کو جنگ کے دیوتا کی قربانیاں بھگنا کر جانوں کی نذر نہ چڑھنا پڑے۔ اور اُسے یقین تھا۔ کہ اگر اس سرزمین کے تمام قبائل اٹھ کھڑے ہوں۔ تو جانی اور مالی نقصان کے بغیر انگریزوں کا علم اقتدار بے نفاذ ہو سکتا ہے۔ لیکن حکومت ہند کو اندیشہ تھا کہ اگر عربوں کی خفیہ مجالس سے استدعا کی گئی۔ تو ممکن ہے کہ یہ ملک انگریزوں کی حالت و حفاظت کی نعمت سے محروم ہو جائے یعنی وطن پرست عرب اس سرزمین میں آزاں و مطلق العنان سلطنت قائم کر لیں چنانچہ اسی خیال کے پیش نظر ہندوستان سے ایک فوج بھیجی گئی۔ لیکن اس فوج نے متواتر شکستیں کھائیں اور بالآخر وہ قط العارہ میں محصور ہو گئی +

لارنس جنرل ٹوری پاشا سے ملاقات کر کے ٹوٹا۔ تو اُس نے چاہا کہ دریائے فرات کی وادی میں جو قبائل آباد ہیں، انہیں ترکوں کے خلاف براہِ نیکیہ کیا جائے۔

تاکہ قضاۃ معمارہ کے محاصرے کا تعلق ترک فوج سے منقطع ہو جائے۔ اور اس سے
 سامان حرب نہ پہنچ سکے۔ لیکن حکومت ہند کی حکمت عملی اس کے خلاف تھی۔
 اس لئے لائسنس کو مجبوراً قاہرہ پلٹ آنا پڑا۔ وہ قاہرہ پہنچا ہی تھا۔ اطلاع ملی
 کہ قسطنطنیہ ترکوں نے قبضہ کر لیا +

یہ وہ زمانہ ہے۔ جبکہ شریف حسین ترکوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر
 چکا تھا۔ ترک ہر جگہ اتحادی فوجوں کو پے در پے شکستیں دے چکے تھے۔
 درہ وانیال سے انگریزی فوجیں نہایت شاندار طریق پر لپٹا ہوا چکی تھیں۔ قضاۃ معمارہ
 کی انگریزی فوج بالکل یکساں کر دی جا چکی تھی۔ شریف حسین کو خطرہ تھا۔ کہ بغاوت
 کامیاب نہیں ہوگی۔ اور اس کا وہی حشر ہوگا۔ جو غداروں کا ہو کر رہا ہے۔ اس نے
 بار بار انگریزوں سے۔ دلی التجا کی۔ لیکن مصر کی برطانی افواج میں اتنی سکت نہیں
 تھی۔ کہ شریف حسین کو بھی مدد دے سکیں +

لائسنس عرب کی بغاوت میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اس سے
 اجازت نہیں ملی۔ پیار و ناچار اس نے درخواست کی۔ کہ مجھے دس دن کی
 رخصت دی جائے۔ کیونکہ میں بحیرہ قلزم کے ساحل پر اس وسکون کی سافٹین
 بسر کرنا چاہتا ہوں۔ درخواست منظور کر لی گئی۔ اتفاق یہ کہ سٹورس نام ایک افسر
 جس کا تعلق صیفہ خارجیہ سے تھا شریف حسین کے پاس کسی اہم غرض سے جا رہا
 تھا۔ لائسنس اس کے ہمراہ چل پڑا +

لائسنس اور لائسنس کے تمام سوانح نگار یہی لکھتے ہیں کہ بحیرہ قلزم سے بغاوت عرب میں حصہ لینے
 کے لئے نہیں بھیجا۔ وہ از خود دس دن کی رخصت لیکر سٹورس کے ہمراہ عربستان میں چلا آیا +

۔ دانگی سے تھوڑی دیر قبل لارنس کو معلوم ہوا۔ کہ اُسے جاسوسی کے نکتہ سے
 ”صیفہ بفاوت عرب“ میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک خاص صیفہ تھا جس کی خان
 انتظام لارنس کے پرانے دوستوں لائیڈ اور ہوگرتھ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی + یہیں
 سے لارنس کی ان سرگرمیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ جن کی بدولت اُس نے غیر نانی شہرت
 حاصل کر لی ہے +



ساتواں باب

لارنس ایک شامی عرب کے لباس میں

لارنس اکتوبر ۱۹۱۶ء میں جدہ پہنچا۔ عبد اللہ تاج کل شرق اردن کا فرزند اسے۔
جدہ کی محافظ فوج کا سالار تھا۔ اس نے لارنس کا استقبال کر کے اسے جدہ کے ایوان
حکومت میں لا آتارا۔ طعام سے فراغت حاصل ہوئی تو شکوؤں کے دفتر کھل گئے۔ عبد اللہ
نے اتحادیوں کی بے اعتنائی اور اپنی بیچارگیوں کا ذکر چھیڑ دیا۔ اس وقت حالت یہ
تھی کہ طاقت پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا، شریف حسین لکھنؤ میں تھا۔ فیصل مدینہ سے
پسپا ہو کر داؤی صفرہ میں پناہ گزین تھا۔ اور شریف کا بڑا بیٹا علی رابع میں ایک مختصر
جمعیت کے ساتھ موجود تھا، لیکن بغاوت کا پہلا ساز و نویش رات تھا۔ قبائل بدول ہو
رہے تھے۔ ترک آگے بڑھ کر رابع پر نشان فتح گاڑ دینا چاہتے تھے +

فیصل سلاطنت | لارنس نے یہ داستان اپنی کتاب ریوولوشن ان دی ڈزرسٹ ٹائمز نہایت شرح
و بسط سے لکھی ہے۔ اس وقت وہ ایک ایسے شخص کی جستجو میں تھا جو عرب کے تمام
قبائل کو متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ اس نے عبد اللہ کی خاص اس میرت کا مطالعہ
یا معائنہ نظر کیا۔ لیکن اسے شرق اردن کے موجودہ فرزند اس پر صاف اچھٹ نظر نہیں آئی۔ دوسرے

دن وہ تاریخ پہنچا۔ علی اور زید سے ملا۔ وہ بھی اس استمداد سے محروم تھے۔ آخر اس نے داؤدی منقرہ میں جا کر فیصل سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ علی نے اسے اجازت دے دی۔ لارنس ایک طویل سفر کے بعد داؤدی منقرہ میں پہنچا۔ اس نے اولین نظر میں معلوم کر لیا کہ اسے جس چیز کی جستجو تھی۔ مل گئی یعنی اسے یقین ہو گیا۔ کہ فیصل بغاوت کو کامیاب بنانے کی اہمیت رکھتا ہے۔ لارنس نے یہ افسرانِ اعلیٰ میں بیان کیا ہے :-

”اندرونی کمرے کے اس سرے پر ایک سیاہ دروازہ میں ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا۔ میں نے اولین نظر میں محسوس کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کی جستجو مجھے عربستان میں کھینچ لائی ہے۔ یعنی یہی وہ قائد ہے جو بغاوت عرب کو پوری طرح کامیاب بنا سکتا ہے“

فیصل کے ساتھ ایک عرب سپاہی مولود نام بھی تھا۔ وہ پہلے ترک فوج میں افسر تھا۔ میٹروپولیٹا کے کسی معرکہ میں اسیر ہو کر برطانی سپاہیوں کے ہاتھ آیا۔ اور گئے اس شرط پر آزادی عطا کی گئی کہ وہ عرب باغیوں کے ساتھ مل کر ترکوں سے لڑے چنانچہ فیصل کی فوج میں شامل ہو گیا +

فیصل نے لارنس کو بغاوت کے تمام حالات بتائے۔ اور کہا کہ ترک ہماری چوکیوں پر متواتر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جنگ کا آغاز دشنام و طعن سے ہوتا ہے۔ گالیوں کے بعد گولیاں چلتی ہیں۔ اور جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ترک ہٹا کر کہتے ہیں :- ”او انگریز!“ عرب یسین کر بے حد برا فروختہ ہوتے ہیں۔ اور جواب میں ہٹا کرتے ہیں :- ”او

جرمنوں

لارنس کی تقریر ارات کو مختلف قبائل کے شیوخ کی ایک مجلس میں اور مستمنعہ کی گئی۔
 لیکن یہ کسی کو نہیں بتایا گیا کہ یہ ایسی ہی جس کے خیالات سننے کے لئے آئیں دعوت
 دی گئی ہے۔ کوئی افروغی الاصل سچی ہے۔ بلکہ لارنس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا
 گیا۔ کہ یہ ایک شامی نوجوان ہے۔ جسے عرب کی ”حرکت وطنیہ“ سے بہت مدد دی ہے
 جب تمام لوگ جمع ہو چکے۔ تو لارنس اٹھا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ تقریر کا آغاز ان
 شامی باغیوں کے المناک ذکر سے ہوا۔ جنہیں غذاری کی پاداش میں سزائے موت
 دی گئی تھی۔ لارنس نے ان کا ذکر کر کے ایک کامیاب مثل کی طرح پھر
 قتل و اندوہ کا اظہار کیا۔ لیکن عربوں کی فطری شرافت کو بے ادبیت بھی نہیں دیا
 تھی۔ مجمع سے مدال بند ہوئی کہ وہ اچھا ہوا ایسے غداروں کی ہی سزا تھی۔ ان کا
 ارادہ تھا کہ اگر ترکوں کو شکست ہوئی۔ تو وہ افروغی حکومت قبول کر لیں گے۔ لارنس
 نے ان کے خواستے کلام سے یہ معلوم کر لیا کہ انہیں یہ خطرہ ہے کہ انگریزوں کو
 نکالنے کے بعد۔ اس ملک پر تصرف نہ کر لیں۔ چنانچہ اس نے انہیں سمجھایا۔ کہ جیسے
 فرانسیسوں کو بن کے ملک میں انگریزی عسکر جرمنوں سے پیکار آج میں۔ انگریزوں
 سے اس قسم کا خطرہ نہیں۔ تو عربوں کو بھی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے۔

عرب کی خود مختار سلطنت کا تصور بہت دلچسپ تھا۔ لیکن عرب کبھی نہیں

تھا ایک اور موقع پر لارنس نے اسی دلیل سے ایک عرب کو قائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ
 فوراً بھاگ اٹھا۔ کیا تو فرانس کو عرب کی مقدس سرزمین سے تشبیہ دیتا ہے۔ دیکھئے ”لارنس

اور عرب“۔ مستمنعہ ماہرٹ گریوز

بھول سکتا تھا۔ کہ ترک باایں ہر الحاد و زندقہ مسلمان ہیں۔ اُن کے خلاف تلوار اٹھانا، اور مسیحوں سے اتحاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جب مسیحی مسیحوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتے تو مسلمانوں کو بھی اپنے وطنی مفاصد کی خاطر مسلمانوں سے پرکار آزار ہونے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہئے +

غرض کہ لارنس نے اپنی خطیبانہ سحرکاری کی بدولت مجمع کو مسحور کر لیا۔ عربوں کے اکثر شکوک رفع ہو گئے۔ اور یہ ”شامی فوجوان“ خاص احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا +

فصل کے ساتھ آٹھ ہزار سپاہی تھے جن میں بیشتر کوشستانی تھے۔ وہ اپنے شیوخ کے سوا اور کسی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ شریف حسین اور اُس کے فرزندوں کے تدبیریں کسی کو کام نہیں ہو سکتا۔ کہ انہوں نے بعض ایسے قبائل کو جن کے مابین صدیوں سے نزاع برپا تھا متحد کر دیا۔ تاہم یہ اندیشہ تھا کہ کہیں پھر وہ پُرانا جذبہ عناد بیدار نہ ہو جائے +

لارنس عرب کے حالات کا معائنہ کر کے قاہرہ پہنچا۔ وہاں عربوں کی اعانت کے مسئلہ پر پہلے ہی غور و خوض ہو رہا تھا۔ لارنس نے قاہرہ کی برطانی افواج کے سالار اعظم سے مل کر اُسے بغاوت عرب کے بعض حقائق سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ اگر عربوں میں برطانی فوج بھیجی گئی۔ تو اُس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ عرب اس سرزمین میں کسی اجنبی سلطنت کے عساکر کو نہیں دیکھنا چاہتے۔ اُن کے پاس کافی سامان حرب بھیج دیا جائے۔ مدینہ اور رابع کے مابین جو کوشستانی علاقہ ہے۔ اُس پر وہ اپنا

تصرف قائم رکھ سکیں گے + ادھر قاتلہ میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ ایک فرانسیسی افسر کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جائے۔ لیکن جیب لائسن نے بتایا۔ کہ عربوں کی مذہبی روایات کا پاس ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برا فروختہ ہو اپنی بند و قول کا رخ انگریزوں کی جانب پھیر دیں۔ تو یہ ارادہ منسوخ کر کے فینسل کی افواج کے لئے ذخائر حرب بھیجنے کا حکم نافذ کیا گیا۔ اور اس طرح لائسن نے اتحادیوں کو ایک خوفناک غلطی سے بچالیا +



اسٹھواں باب

الوجہ کی تسخیر

آخر اید کا آفتاب بندرگاہ نیبوع کے افق پر طلوع ہوا یعنی اتحادیوں کا بھیجا ہوا سامان حرب پہنچا۔ کپتان گارلینڈ کو جو ایک نہایت تجربہ کار انگریز فوجی تھا۔ عربوں کی فوجی تربیت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ گارلینڈ انہیں ڈائنامیٹ اور دوسری آتشگیر اشیاء کا استعمال سکھاتا تھا۔ ٹارنس نے بھی گارلینڈ کے وسیع تجربہ سے استفادہ کیا +

ہجوم و دفاع کے دو خط قرار دیئے گئے فیصل نے نیبوع اور راکف میں ترکوں کے ہجوم اور حملہ کو روکنا چاہا۔ جو ان پر قبضہ کر کے کہ منظر کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔ اور الوجہ پر جو نیبوع سے دو سو میل کے فاصلہ پر بحیرہ قلزم کی ایک بندرگاہ ہے۔ ہجوم کا ارادہ کیا گیا۔ اگرچہ انہیں کئی مرتبہ ترکوں سے شکست کھا کر پسا ہونا پڑا۔ لیکن انگریزوں کے ہمارے سمندر سے ترکوں کی فوج پر آگ برساتے تھے۔ اور طیارے فضا سے گولے پھینکتے تھے۔ جب ترکوں نے نیبوع پر یورش کی۔ تو انہیں تین دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ سامنے فیصل کی فوج تھی۔ جو جدید سامان حرب سے آراستہ تھی۔ بالائے سر برطانی طیارے پرواز کر رہے تھے۔ اور دہنی جانب سے برطانی ہماز گولہ باری

میں مصروف تھے۔ ناچار انہیں مہٹ جانا پڑا +
 قبائل کی جنگ! اس عائدہ کے تمام قبائل شریفین کی بادشاہت تسلیم کر چکے تھے۔
 جبکہ قبائل حریبہ وغیرہ سب کے سب ترکوں کے مخالف تھے۔ قبائل اگرچہ طریق
 جنگ سے متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی شجاعت میں کسی کو کلام نہیں۔ شہنشاہ کے
 ایک معرکہ میں سپہ سالار کا زار گرم تھا۔ ایک قیدی کے لوگ یکایک بیٹے اور غائب
 ہو گئے۔ ان کی غیر متوقع پسپائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیصل اور لائنس کو بھی ہزیمت اٹھانا پڑی۔
 ہانا پڑا۔ شاہ کہ اس قیدی کا مسودہ فیصل کے پاس آیا۔ اور حریبہ اس سے اس عجیب
 غریب طریق عقل کا باعث ہو چکا۔ تو اس نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا۔ ہم
 ہمارے پیچھے چلے گئے تھے +

ان سب عائدہ اور طریق حریبہ سے متاثر قبائل کے علاوہ باقاعدہ فوج بھی تھی
 جس کی قیادت عزیز المصیری اور مویا کر رہے تھے۔ یہ دونوں نہایت آزمودہ کار سپاہی
 تھے۔ اور مدتوں ترکوں کی فوج میں رہ چکے تھے +

لیکن یہ نہ سمجھتے کہ حملہ و دفاع کے اس عمل میں لائنس محض تلوار کے جوہر
 دکھاتا رہا۔ بلکہ اس نے ہر موقع پر اپنے خطیبانہ کمالات سے کام لینے کی کوشش
 کی۔ اس نے فوجی و رومی ترک کر کے عربی لہجہ اس اختیار کر لیا تھا۔ زبان ہست
 سے راز افشاں کر دیا کرتی ہے۔ لیکن وہ عربی نہایت روانی سے بول سکتا ہے۔ یہ سب
 سب کے اس کی زبان میں عربی فصاحت و مفقود ہے۔ لیکن شام کے دیہات میں تقریباً
 سب لائنس کی زبان بولنے کے متعلق اختلافات بیان کرتے ہیں۔ لہذا لکھتا ہے۔ کہ وہ نہایت صحیح عربی
 بول سکتا ہے۔ رابرٹ گریو نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ لائنس نے خود اپنے الفاظ میں یہ

اسی قسم کی زبان بولی جاتی ہے۔ لارنس کا سوانح نگار ٹامس لادل اُس کی خصوصیات سرگرمیوں کے متعلق لکھتا ہے :-

دو لارنس نے صرف دو وقتوں کے ساتھ صحرائے عرب کا سفر اختیار کیا۔ وہ خانہ بدوش قبائل کے قیام نگاہ پر ٹھہر جاتا تھا اور شینوخ کو طلب کر کے نہایت صحیح اور سیدھے عرب عربی زبان میں اپنے مقاصد بیان کرتا تھا۔ لارنس مسیحی تھا۔ اور اس ارض پاک میں اُس کا سفر مدخلت کا حکم رکھتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت کہ وہ شریعت حین کے عزیز ترین فرزند سیدی فیصل کا فرستادہ تھا۔ اس امر کی کافی ضمانت تھی کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ راستہ کو نماز کے بعد وہ سیاہ خیموں کے سلسلے بٹھ جاتا تھا اور اپنے میزبانوں سے عرب کی گذشتہ عظمت اور موجودہ غلامی اور ذلت کا ذکر اس طرح کرتا تھا کہ قبیلہ کے ہر فرد کی دگوں میں خون جوش مارنے لگتا تھا۔ بکری کے کباب سانسے آتے۔ چائے کا دودھ چلتا تھا۔ اور لارنس نہایت دانشمندی سے ترکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دینے کے امکان پر بحث کرتا تھا۔ اُس نے انہیں یقین دلایا کہ اب اس امر میں پس و پیش کرنا مشیت ایزدی سے مقابلہ کرنے کا مراد ہے کیونکہ اُن کا قدیم دشمن فرانسیسی اطالوی اور روسی سپاہیوں سے جنگیں لڑ رہا ہے۔ اُنچھا ہوا ہے۔ اور عربوں کے عزائم کی مزاحمت نہیں کر سکتا +

(تنبیہ حاشیہ) ایک مکتوب میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ میں تقریباً بارہ ہزار الفاظ جانتا ہوں لیکن عربی زبان بہت وسیع ہے۔ اہل جاز کی سی فصاحت کسی دیکھ کر انصیب نہیں کی جاتی

اگر لاول کے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ عرب قبائل کے اتحاد میں لارنس کی سعی کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اس بیان کو ایمان نظر دیکھنے لارنس نے بھی وہی حربہ استعمال کیا۔ جو اس سے پہلے بغاوت کے دوسرے نقیب استعمال کر چکے تھے۔ یعنی عربوں کی عظمت و سطوت پارینہ کا ذکر کر کے انہیں ترکوں کے دائرہ القیاد سے نکلنے کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت کامیاب ثابت ہوئی اور عرب قبائل گروہ درگروہ فیصل کے پاس پہنچنے لگے +

حکمۃ آوجہ کے مغرب کی جانب سمندر ہے۔ مشرق کی سمت میدان اور جنوب کی طرف ایک خشک وادی مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ خشکی اور تری دونوں جانب سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ کپتان بائبل۔ قبیلہ عرب اور قبیلہ جہینہ کے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کو سمندر کی راہ سے بھیجا گیا اور باقی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی خشکی کے راستہ سے برسی۔ آوجہ کے ترک گورنر نے جب یہ سنا تو اس نے تمام رہا بیلا کو جن کی تعداد دوسو سے متجاوز نہیں تھی۔ طلب کر کے ایک نہایت پر جوش تقریر کی جس کا مختص یہ تھا کہ ترکوں کو نہایت ثابت قدمی سے مدافعت کرنا چاہئے اور خود اپنے چند رفقا کے ساتھ رات کو ہی شہر سے نکل گیا۔ لیکن اس واقعہ سے ترکوں کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور انہوں نے اس شجاعت سے مدافعت کی کہ حملہ آور دنگ رہ گئے +

آوجہ کا مسو کہ عرب کی تاریخ بغاوت میں بہت اہمیت رکھتا ہے علیٰ غرض مٹھی بھر ترکوں نے جس دلیری اور پامردی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی شجاع قوم نے اپنے دشمن کی شجاعت

کا اعتراف کیا ہو لیکن اس معرکہ کے تذکرہ میں انگریز مورخوں کے قلم سے بھی ایک آدھ تعریفی جملہ ٹپک پڑا ہے۔ حملہ کی تیاریاں جس ذوق و سر سے کی گئیں، اُن سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عرب ساری کائنات کو فتح کرنے میں تھے۔ سمندر سے برطانی جنگی جہاز جن کی کمان خود امیر البحر و اسلحہ دہس کر، ہاتھ لگائے بر سر رہے تھے۔ اور کوہِ ہزار شجاع عرب جو جدید ترین سامانِ حرب سے آراستہ تھے بخشی سے پیش قدمی کر رہے تھے۔ اور یہ سارا اہتمام کس لئے کیا گیا تھا، فقط دو سو ترک مجاہدین کے لئے! جب گویوں نے قلعہ کے استحکامات کو تباہ کر دیا تو قبائل جہینہ اور حرب کے افراد شامل پر اترے۔ اور ہر فیصل نے بدوش کی، ترک نہایت پامردی سے (ڑے۔ اور سب کے سب کٹ کر مر گئے۔ قتل و ہلاکت کا طوفان تھا اور تلوار نے دم لیا۔ تو غارت گری کی نوبت آئی۔ اور چند ساعتوں میں سارا شہر لوٹ لیا گیا، یہ واقعہ ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء کا ہے +



لے ایک عرب نے اوجہ پر قبائل کے هجوم کا منظر دیکھا، لہذا ساری دنیا اوجہ کی جانب پیش قدمی کر گئی۔

نواں باب

بغاوت کی کامیابی کا پہلا مرحلہ

الوجہ کی تسخیر بغاوت عرب کی تاریخ میں اس اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کلاس کے بعد تمام ساحلی مقامات ترکوں کے قبضہ سے نکل گئے۔ اس پر اندیشہ نہیں رہا تھا۔ کردہ سمندر کی جانب سے حملہ کر سکیں گے۔ فیصل کی اس کامیابی نے اتحادیوں پر حیرت انگیز اثر کیا۔ یا تو وہ عرب کی بغاوت سے قطعاً بالکل ہٹ چکے تھے۔ یا اب یہ اندیشہ دامن گیر ہو گیا کہ عربوں کی فتح مندی کا یہاں اب کہیں بڑھتا ہوا دشمن کی دیواروں تک نہ جا پہنچے۔ اور وہ ایک مشترکہ عرب سلطنت کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

مغرب میں عمود وواثق اس لئے نہیں کئے جاتے کہ انہیں پورا بھی کیا جائے۔ شریف حسین سے جو عہد کئے گئے تھے۔ وہ اس یقین اور اعتماد کے ساتھ کئے گئے تھے کہ بغاوت عرب کامیاب نہیں ہوگی۔ اور ان عمود کے ایذا کی نوبت نہیں آئے گی۔ شریف حسین سے بیان و قایمانہ نے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک فوج کا ایک بڑا حصہ عرب کی بغاوت فرو کرنے میں مصروف رہے۔ البتہ

وہ اتنا ضرور چاہتے تھے کہ بناوٹ کا سلسلہ دیر تک جاری رہے۔ تاکہ ترکوں کو فلسطین اور عراق میں اتحادیوں کے مقابلہ پر اپنی تمام عسکری قوت جمع کرنے کا موقع نہ ملے، افسوس مغربی ملکیت کے دامن میں سب کچھ ہے۔ خلوص کی شائع نہیں!

غرض کہ جنگ کا نقشہ بدلتے ہی اتحادیوں کے طریق عمل میں بھی فرق آگیا۔ فرانس جو شام پر قبضہ رکھنا چاہتا تھا۔ عربوں کی پیش قدمی کو حیرت اور خوف کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اب فرانس اور انگلستان دونوں میں سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ وہ عربوں کا اعتماد حاصل کرنے میں اپنے حریف پر گوتے سبقت لے جائے لارنس جب قاہرہ پہنچا تو فرانسیسی کرنل نے جو فرانس کے عسکر مشینہ مصر کا سالار تھا۔ اسے طلب کر کے کہا کہ میں عقبہ پر قبضہ کر لینا چاہتا ہوں۔ عقبہ بحیرہ قلزم کے انتہائی سرے پر ایک بندرگاہ ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عقبہ پر قبضہ کر کے معائنہ پر بھی تسلط کر لیا جائے۔ جو عقبہ سے آستی میں کے فاصلہ پر واقع ہے + لارنس نے جواب دیا کہ عقبہ کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس پر سمندر سے

کا سیلاب حملہ نہیں کیا جاسکتا۔ بہتر یہی ہے کہ عرب خفگی سے اس پر حملہ کریں۔ انہیں یقیناً کامیابی ہوگی۔ فرانسیسی کرنل یہ جواب سن کر مایوس نہیں ہوا بلکہ آتوہ میں جا کر فیصل سے ملا شاید فیصل سے وہ عقبہ پر حملہ کی اجازت لے لیتا۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی بدولت فیصل ناراض ہو گیا۔ اور یہ گفتگو نام کام ثابت ہوئی۔ انہوں نے یہ تصریحات ہماری نہیں۔ بلکہ رابرٹ گورڈن نے اپنی کتاب لارنس اور عرب میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے کہ اتحادی عربوں کے اعتماد پر مشتبہ تھے۔ اور بغداد پر عرب کی بازیچہ انگلیں سمجھتے تھے۔

گفتگو میں فیصل نے اس سے چند کوہستانی توہیں طلب کیں۔ کرنل نے جواب دیا۔
 کہ عرب میں کوہستانی توہیں بیکار ہیں۔ عربوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہاڑیوں
 پر بکریوں کی طرح چڑھ جائیں + چونکہ عربوں کے نزدیک کسی کو بکری کہہ دینا
 بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے فیصل کو غصہ آگیا۔ اور کرنل حریف مدعا
 زبان پر لائے بغیر واپس چلا آیا +

اُدھر تاہرہ کے برطانی عساکر کلاساراعلم عربوں کو اپنی مہمیت قلب کا یقین
 دلانے کے لئے فوج کا ایک دستہ بھیجا جاتا تھا۔ کیونکہ اب انگریزوں کو بھی یہ
 اندیشہ ہو چلا تھا کہ کہیں شریف حسین ان کے حقیقی مقاصد سے آگاہ ہو جائے +
 لائنس نے اسے یقین دلایا۔ کہ عربیہ انگلتان پر پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ ان کی انت
 کے لئے فوج بھیجا غیر ضروری ہے۔ چنانچہ سوئز سے صرف دو مسلح گاڑیاں بھیج دی
 گئیں۔ اور سادہ لوح عرب انہیں غیر مترقبہ سمجھ کر خوش ہو گئے +

بعض عرب قبائل ابھی تک بغاوت میں شریک نہیں ہوئے تھے شریف
 حسین کی کامیابیوں نے ان کا عقیدہ بھی متزلزل کر دیا۔ امیر کوہی جو سرحد عراق
 کے قبائل کا فرمانروا تھا۔ بغاوت میں علائقہ شریک ہو گیا۔ عوہدہ ابن ابوطاٹی
 جس کی شجاعت کے افسانے مورخین نے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور جسے
 شہابی عرب کا سب سے بڑا دشمن سمجھا جاتا تھا + قبیلہ ابوطاٹی کی مختصر جمیت
 نے کہ فیصل کے ساتھ آلا + ہر عرب شیخ کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر فیصل کے پاس آتا
 تھا۔ فریقہ حسین نے ایک موقع پر کمرہ قلعہ میں برطانی جلی جہاز دیکھ کر کہا تھا۔ "اے برطانیہ
 تو بھر بیکاری ہے اور میں ایک حقیر مجھی ہوں" ملا خطہ ملازم کے ساتھ عرب میں "مستندہ لائنس"

تھا۔ قبیلہ حویلیات کا شیخ جب فیصل سے ملنے چلا۔ تو غالی ہاتھ تھا۔ اُس نے
 ترکوں کی دو چوکیاں جو بحیرہ قازم کے ساحل پر واقع تھیں۔ بوٹ لیں۔ اور بہت سا
 مال غنیمت لے کر فیصل کے پاس پہنچا۔

جعفر پاشا | عربوں کی فوج میں ابھی تک کوئی آزمودہ کار جو تیل نہیں تھا۔ جو جدید فن
 حرب سے اچھی طرح آگاہ ہو۔ یہ کی جعفر پاشا نے پوری کردی جعفر ایک عراقی اہل
 ضرب تھا۔ اور عرصہ دراز تک ترکی عسکر میں رہ چکا تھا۔ غازی اور پاشا نے اس
 کو مجاہدین سندوسی کی تنظیم پر مامور کیا تھا۔ جعفر نے نہایت قابلیت سے یہ خدمت
 انجام دی۔ مصر کے ایک معرکے میں وہ اسیر ہو کر انگریزوں کے ہاتھ آئے۔ اور قاپوٹیہ
 قید کر دیا گیا۔ وہ ایک مرتبہ قید سے بھاگ نکلا۔ لیکن پھر گرفتار کر لیا گیا۔ اسے معلوم
 تھا۔ کہ بازار استانبول میں غلامی کا رنگہ چلتا ہے۔ اور آزادی کی متاع اسی سے
 خریدی جاسکتی ہے۔ اس لئے اُس نے بغاوت عرب میں شرکت کی خواہش ظاہر
 کی۔ اور اسے آزاد کر کے فیصل کے پاس بھیج دیا گیا۔ جس نے باقاعدہ فوج کی قیاد
 اُس کے سپرد کر دی۔

الوجہ کی تفسیر سے باغیوں کو ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ گئے منکر کی جانب ترکوں
 کی پیش قدمی رُک گئی۔ انہیں خیال تھا کہ عربوں نے اپنی تمام عسکری قوت راہِ باغ
 میں مجتمع کر رکھی ہے۔ اور وہ اپنی کوششیں محض دفاع تک محدود نہ کرنا چاہتے ہیں
 لیکن انہیں یہ ملامت کر کے بے حد تعجب ہوا۔ کہ انہوں نے دفاعی سرگرمیوں کو ہجوم
 اور جارحانہ اقدام سے بدل دیا ہے۔ البتہ یہ یقین نہ کرنے کے لئے عربوں نے دیرینہ

ملنے بھرنے پاشا کے بعد اُس سے ایک عزیز پوری پاشا کی باغیوں کے ساتھ مل کر تھا۔

قرب و جوار میں ترکوں کی چوکیوں پر پے در پے حملے کرنا شروع کر دیے۔ عبداللہ ایک چھٹی سی جمیٹ کے ساتھ حوالی مدینہ میں تاخت و تاراج کرنے لگا۔ ترک یکایک ہسپا ہو گئے اور اپنی منتشر اور پرالگ ہوت کو مدینہ میں سمیٹ لیا +

لارنس جانتا تھا کہ اس جنگ میں زبان تلواریں سے کہیں زیادہ کارگر ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ وہ براہ عربوں کی فہمندی کے افسانے مشہور کر رہا۔ ترکوں کو ہر روز اطلاعیں موصول ہوتیں تھیں۔ کہ آج عربوں نے فلاں مقام پر قبضہ کر لیا۔ او آج فلاں چوکی کوٹ لی گئی۔ حالانکہ ان میں اکثر خبریں بالکل غلط اور بے سرو پا ہوا کرتی تھیں + ترکوں کو صرف شمال کی جانب سے کمک پہنچ سکتی تھی۔ لارنس نے یہ راہ بھی مسدود کر دینا چاہی۔ اور اپنی کوششیں جواز دلو سے کو تباہ کرنے پر مرکوز کر دیں۔ اس کے پاس ڈانٹا میٹ کافی مقدار میں موجود تھا جس کی مدد سے ریلوے کا اکثر حصہ تباہ و برباد کر دیا۔ ایک موقع پر جبکہ گاڑی مدینہ کے ترک مجاہدین کے اہل خیال کو لے کر گزر رہی تھی ایک ٹرنگ بھی جس اتفاق سے گاڑی کو نقصان نہیں پہنچا۔ اور وہ صبح و سالم عورتوں اور بچوں کو لے کر گزر گئی +

انہیں دونوں اطلاع ملی کہ غازی اور پاشا نے مدینہ کی فوج کو حکم دیا ہے کہ وہ مدینہ خالی کر کے شمال کی جانب ہسپا ہو جائیں۔ اور مقام جوک پر پہنچ کر اس فوج کے سینہ میں چالیں جو برطانی عساکر سے فرو آ رہا ہے۔ یہ خبر ایسی نہ تھی کہ برطانیہ کے عسکری حلقوں میں اضطراب برپا نہ کر دیتی۔ مدینہ کی ترک فوج اتنا طویلہ کے شجاع ترکوں پر مشتمل تھی۔ برطانی افسر جانتے تھے کہ اگر یہ عسکری قوت ہمارے مقابلہ میں صحت آرا کر دی گئی۔ تو شام فلسطین میں ہماری فہمندی ہر کمیت و شکست سے بدل جائے گی۔ اور

ہمارے لئے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہیگا۔ اس لئے لائنز کو ہدایت کی گئی کہ جس طرح ہو سکے عرب کے ترکی عساکر کو جنگ پیکار میں الجھائے رکھے اور انہیں اتنی تہمت نہ دے کہ وہ انگریزوں سے پیکار آزماؤں کا قصد کر سکیں +

لائنز کی تجویز | عبداللہ مدینہ کے شمال مغرب میں ایک چھوٹی سی جمعیت کیساتھ موجود تھا۔ لائنز اس کے پاس پہنچا۔ تاکہ مدینہ پر حملہ و یورش کے مسئلہ پر غور و فوض کر لیا جائے۔ عبداللہ کے پاس پہنچ کر وہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اور کئی دن بیمار پڑا۔ بخار کی حالت میں اس نے مدینہ پر حملہ کے مسئلہ پر غور کیا۔ یکایک اسے خیال گذرا کہ مدینہ پر یورش کا ارادہ ایک خطرناک غلطی ہے۔ اتحادیوں کے مقاصد کی تکمیل تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ ترکوں کی فوج کا بیشتر حصہ عرب کی بغاوت میں الجھا رہے۔ لیکن اگر مدینہ کے استحکامات پر قبضہ کر لیا گیا تو ترک عساکر کا ایک حصہ جو حجاز ریلوے کی حفاظت کر رہا ہے پسپا ہو کر فلسطین کے ترک مجاہدین سے جا ملے گا۔ مزید براں ترک قیدیوں کو خوراک دینا پڑے گی۔ اور عرب میں جہاں سانا خور و نوش کی قلت کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی دشواری ہے۔ بے حد وقت بٹن آئے گی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ عرب مدینہ کے استحکامات پر حملہ کر کے اپنی قوت ضائع کرنے کی بجائے مدینہ کی محافظ فوج کا پوند فلسطین کے ترک عساکر سے منقطع کر دیں۔ ایسا ہو جائے تو عربوں کی قوت سے فلسطین میں کام لیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ لائنز نے صحت پاتے ہی عبداللہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طاقت مدینہ پر تاخت میں صرف کرنے کے بجائے اپنی ساری قوتیں حجاز ریلوے کو تباہ کرنے پر مرکوز کرے تاکہ مدینہ کی محافظ فوج کو شمال کی جانب سے کوئی کمک نہ پہنچ سکے +

فیصل اور اس کے دوسرے مشیروں سے بھی لائسنس لے کر اکر حجاز میں اپنی
سکری فوجت فصایح کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ شمال کی جانب بڑھ کر قنبرہ پر قبضہ
کر لیا جائے لیکن مدینہ پر حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اس لئے وہ اس تجویز
پر عمل نہ کر سکے +

ابھی اس مسئلہ پر غور و فکر ہو رہا تھا کہ لائسنس کی ملاقات قبیلہ حویطات کے
مشہور شہسوار عودہ ابن ابوطائی سے ہوئی۔ عودہ کی شجاعت بے باکی اور سادگی نے
لائسنس کو بہت گرویدہ کر لیا۔ اور ان دونوں میں رابطہ دوستی مستحکم ہو گیا +

عودہ ابن ابوطائی کے متعلق لائسنس کے سوانح نگاروں نے عجیب و غریب واقعات لکھے
ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ عودہ نے اٹھائیس مرتبہ شادی کی۔ تیرہ مرتبہ زخمی ہوا۔ اس نے جنگ
میں پچھتر عربوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لوگ بھی
تھے۔ عودہ نہایت فیاض، شجاع اور بذلہ سخاوت تھا۔ وہ بھی انہیں فریب خودہ لوگوں
میں تھا۔ جو اتحاد عرب کے نام پر تمکوں کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ اس کی بیباکی کے
متعلق ایک واقعہ رابرٹ گریو نے اپنی کتاب "لائسنس اور عرب" میں لکھا ہے۔ وہ لکھتا
ہے کہ ایک موقع پر جبکہ فلسطین کے ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیمول سے عرب شیوخ کا تعارف
کرایا گیا سر ہربرٹ نے تمکوں کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے عودہ کی جانب رخ کر کے کہا کہ انہیں
آپ خوش ہوں گے۔ کہ مشرق میں امن قائم ہو گیا ہے۔ عودہ نے جواب دیا "امن! جب
تمک فرانسیسی شام میں ہیں۔ انگریز عراق میں اور یہودی فلسطین میں کیونکر ممکن ہے" سر
ہربرٹ نے یہ کھری کھری بائیں سینیں اور مسکرا کر خاموش ہو رہا +

دسوال باب

صحرائے عرب کا سفر

فیصل اور اُس کے شیردین کے محاصرہ پر اپنی تمام تر توجہ صرف کر رہے تھے۔ اور لارنس عقبہ کی تسبیح کے مسئلہ پر غور میں مصروف تھا۔ ابتدا میں تخیل متغلا سا تھا۔ لیکن طویل غور و فکر نے اُسے روشن کر دیا۔ اور لارنس کے ذہن میں حملہ کی تمام جزئیات و تفصیل ایک ایک کر کے آگئیں۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ فیصل کو الوجہ میں چھوڑ کر ایک مختصر جمعیت کے ساتھ عقبہ پر حملہ کرے۔ اور عربوں کے لئے شام و فلسطین میں فتوحات کا دروازہ کھول دے +

فیصل نے لارنس کو اس مقصد کے لئے بائیس ہزار پونڈ دیئے۔ اُس نے یہ رقم اپنے رفقاء میں تقسیم کر دی۔ اور یہ مختصر سا قافلہ جس میں لارنس کے علاوہ قبیلہ حویطات کا مشہور شہسوار عودہ ابن الوطائی۔ شریف حسین کا ایک عزیز ناصر اور دو عرب شاہی نسیب اور دو کی شامل تھے۔ شمال کی جانب روانہ ہو گیا +

الوجہ اور عقبہ میں وسیع ریگ زار حائل ہے جس میں بہت کم نخلستان بائے جاتے ہیں۔ لارنس نے اس سفر کی کیفیت نہایت چرطعت انداز میں

لکھی ہے۔ راستہ کی مصوبتوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ آنکھوں تلے صحرائے
عرب کی بے پایاں وسعت۔ ریت کے تودوں۔ اور بے آب دگیاہ میداؤں
کا نقشہ بھر جاتا ہے۔ غرض کہ وہ کلیفیں اٹھاتے سولہویں دن عرفجہ نام ایک
مقام پر پہنچے۔ جہاں سے سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ جوت
میں اُن کی ملاقات امیر نوری سے ہوئی جو اس علاقہ کا فرمانروا تھا۔ شخص بناوت
عرب کی حمایت و تائید کا عہد کر چکا تھا۔ لارنس نے اُسے چھ ہزار پونڈ دے کر
اس عہد پر توثیق کرائی۔ اور اسی علاقہ کے ایک چھوٹے سے قریہ میں جہا
سے عقبہ ایک سو اسی میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب تھا۔ پڑاؤ ڈال دیا
گیا۔ اور ارد گرد کے قبائل کو جمع کر کے ایک بے قاعدہ فوج مرتب کرنے کی
کوششیں ہونے لگیں۔ یہاں لارنس کے رفقاء کے ارادے کے سیدھے متضاد
ہو گئے۔ اور اس امر پر غور ہونے لگا۔ کہ عقبہ کے بجائے دمشق پر حملہ کیا جائے
لیکن لارنس کے دلائل نے انہیں قائل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ نصیب
اور زکی کو قبیل دروز میں بھیج دیا جائے۔ تاکہ وہ فرزند ابن دوز کو ترکوں کے خلاف
براہیگفتہ کریں۔ اور دمشق پر حملہ کا وقت آئے تو یہ مرحلہ بھی آسانی سے طے
ہو جائے۔

نصیب و معاہدہ | ادھر تو شریف حسین سے وعدہ کیا جا چکا تھا۔ کہ عربوں کو آذادی عطا

ملے مصر کے باقی کثیر سرزمینیں انہوں نے شریف حسین سے جو وعدے کئے تھے اُن میں ایک
یہ بھی تھا کہ تمام کے اُن اضلاع میں جن کے باشندے فاضل عربی النسل ہیں۔ فرانسیسی اقتدار
کی مخالفت کی جائے گی، سرزمین نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو شریف کے تمام جو (دیکھئے صفحہ ۵۷)

کی جائے گی۔ اور صرف حجاز میں ہی نہیں۔ بلکہ شام اور عراق میں بھی انہیں کا علم استقلال بلند ہوگا۔ اور اُدھر روس۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا۔ جس کا مفاد یہ تھا کہ ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے حصے بخرے کر لئے جائیں گے۔ اور شام۔ فلسطین اور عراق پر ہلالی پرچم کے بجائے صلیبی نشان لہراتا نظر آئے گا۔ عرب مال کا رسے بے خبر۔ برطانیہ کے مواعید پر اعتماد کے بیٹھے تھے کہ یکایک روس میں انقلاب کا طوفان اپنی پوری قوت سے پھٹ پڑا اور زار کے ایوانِ غفلت کو ایک ہی ریلے میں ہمالے گیا۔ بالشویکوں نے جن کے معاہدہ مستعینِ فرنگ کے عزائم سے بالکل جدا تھا۔ وہ عین حکومتِ مائتہ میں بیٹے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہ خفیہ معاہدہ شائع کر دیا۔ ترکوں نے اتحادیوں کی عیاریوں سے دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے اس کا عربی ترجمہ چھپوا کر کثرت تقسیم کیا۔ اور عربوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت کا علم ہوا کہ اتحادی شام۔ عراق اور فلسطین کو اپنے احاطہ اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اگر اس وقت بھی عرب ہوشمند ہی سے کام لیتے۔ اور اتحادیوں کا آلہ کار بننے سے انکار کر دیتے۔ تو یقیناً جنگ کا نقشہ بدل جاتا۔ لیکن بد قسمتی سے عربوں کو برطانیہ پر غیر معمولی اعتماد تھا۔ جسے یہ انکشاف بھی متزلزل نہ کر سکا۔ چنانچہ امیر نوری کے پاس جب اس معاہدہ کی ایک نقل پہنچی تو وہ سیدھا لارنس کے پاس گیا۔ اور اسے یہ عہد نامہ دکھا کر اتحادیوں کی اس عجیب حرکت کا باعث پوچھا۔ لارنس نے اسے یہ جواب دے کر ٹال دیا۔ کہ اتحادیوں نے ابعدہ حاشیہ مکتوب لکھا تھا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ ”حکومت برطانیہ عربوں کے جذبہ آزادی و استقلال سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس سلسلے میں انہیں ہر قسم کی مدد دینے پر آمادہ ہے +

عربوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے۔ اس نے پہلے تمام معاہدات پر خط نسخہ کھینچ دیا ہے۔ آپ بے فکر رہئے۔ تمام ولایتوں کے پورے کئے جائیں گے +
 لارنس کے ان الفاظ نے امیر نوری کے فیہات دور کر دیئے۔ اور اس نے یقین کر لیا کہ اتحادی عربوں کی ایک مطلق العنان متحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ اور جب جنگ کا طوفان تھا۔ تو یہ عسود و مویشی نہایت بے دردی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے +

لارنس زمانہ لباس میں | لارنس ۳ جون ۱۹۱۷ء کو اپنے چند رفقاء کی صحبت میں شمال کی جانب روانہ ہوا۔ اور تقریباً دو ہفتہ تک غائب رہا۔ عربوں تو اس نے بغاوت عرب کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن اس مقام پر اس کا قلم یک بیک خاموش ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اس عرصہ میں کہاں رہا؟ کیا کرتا رہا؟ اور اس نے اپنے سوانح حیات میں ان واقعات کو کیوں قلم انداز کر دیا؟ البتہ اس کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ اس نے یہ زمانہ دمشق اور جبلک میں بسر کیا۔ لاولیٰ اس کے متنازعہ ہے کہ اس پر اسرافہ میں لارنس کے ساتھ قبیلہ حترہ کے ایک شخص کے سوا کوئی نہیں تھا۔ لارنس زمانہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کا چہرہ ایک دیز نقاب سے پوشیدہ تھا۔ شجاع ترک جلس لطیف کا احترام کرتے ہیں۔ یہ جذبہ احترام انہیں مجبور کرتا تھا کہ لارنس اور اس کے رفیق سے کوئی تعرض نہ کریں۔ یہ دونوں زمانہ لباس کی بدولت ترکی عساکر سے صحیح و سالم گذر گئے۔ اس سفر کے مقاصد پر بھی "ایک پڑھ پڑا ہے" لیکن لاولیٰ مضمون کا بیان ہے کہ لارنس نے یہ خطرناک سفر وادی فرات کے

قبائل کو ترکوں کے خلاف براؤنگینہ کرنے کی غرض سے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ اس مقصد میں اُسے کامیابی ہوئی اور بعض وہ قبائل جو ابھی تک بناوٹ میں شرکت سے انکار کر رہے تھے۔ شریعت حسین کے حامی ہو گئے +

لیکن اس سفر کا عجیب ترین واقعہ یہ ہے کہ بلبلیک کے قریب پہنچ کر لارنس نے اپنے رفیق سفر کو شہر کے باہر چھوڑا۔ اور خود فوجی وردی میں شہر کے اندر داخل ہو گیا ترکوں نے اُسے جرمین افسر سمجھا اور کسی نے مزاحمت نہیں کی + بلبلیک کی سیر کر کے اُس نے پھر زمانہ لباس اختیار کر لیا۔ اور قریب و چور کے خیدو خ سے ملاقات کر کے اُن سے بناوٹ میں شریک ہونے کا عہد لیا +

یہاں سے لارنس نے دمشق کا رخ کیا۔ دمشق کا گورنر علی رضا پاشا درپردہ بناوٹ کا حامی تھا۔ اُس نے لارنس کی خاطر مامرات میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ یہاں سے آگے بڑھا تو اُسے ایک اور عجیب واقعہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ ایک چھوٹے سے قصبہ سے گزر رہا تھا کہ یکایک چن ترک سپاہیوں نے اُسے مفرد سپاہی سمجھ کر روک لیا۔ فوجی صدر مقام پہلے گئے۔ جہاں افسروں نے سزائے تازیانہ کا حکم دیا۔ اور اُس کی پیٹھ تازیانوں سے ٹنگا کر دی گئی۔ لارنس پر شدت اذیت سے بہیشتی طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ بھاگ نکلا۔ اور معائن سے ہوتا ہوا وعودہ اور تاجر سے اٹھا۔ یہ ہے لارنس کے پُرکمر سفر کی وہ داستان جس کی صحیح تفصیل پر شاید ہمیشہ رات کا پردہ پڑا رہے گا۔

”دو لارنس ان اور بیبا“ لارنس کے ساتھ عرب میں صفحہ ۱۹۹

لارنس نے اس ضمن میں لکھا ہے کہ لارنس معائن کے قریب زمانہ لباس میں گزر رہا تھا۔ چند فوجی ان تک سپاہیوں نے اُسے عورت سمجھ کر پھینکا اور وہ مشکل تمام اُن سے بچ کر بھاگا +

گیارہواں باب

سقوط عقبہ

یوں تو بغادت عرب کے ہر مرحلہ پر لارنس کی ذہانت نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن عقبہ کے معرکہ میں اُس نے جس حیرت انگیز تدبیر اور دیر اندیشی کا ثبوت دیا۔ اُس کی نظیر بڑے بڑے جرنیلوں کے کارناموں میں نہیں ملتی۔ اور یہ تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ لارنس کی شخصیت میں عصر حاضر کی ایک غیر معمولی ذہانت نمودار ہو گئی ہے +

دمشق کے گرد ہنواح میں نصیب اور ذکی قبائل کو بغادت میں شرکت کی دعوے رہے تھے۔ اور ترک یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ عرب دمشق پر هجوم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر لارنس دمشق اور بلبلک میں پہنچا۔ تو ترکوں کا یہ خیال داسخ ہو گیا۔ اور انہوں نے عقبہ کے استحکام کی جانب توجہ کرنے کے بجائے اپنی تمام عسکری قوت دمشق میں جمع کر لی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقبہ میں ترکوں کی ایک مختصر سی جمعیت رہ گئی۔ جسے شکست دینا چاہا دشوار نہ تھا +

لارنس کے پاس کافی فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوالسان نام ایک مقام پر جو عقبہ کے قریب واقع ہے۔ ترکوں سے اُس کا مقابلہ ہوا۔ ترک تعداد میں عربوں سے بہت

کم تھے۔ اس لئے شکست کھائی۔ اور لارنس نے آگے بڑھ کر عقبہ کا محاصرہ کر لیا۔ عقبہ کے معرکہ میں بھی برطانی اور فرانسیسی جنگی جہازوں کی اعانت شریک تھی۔ ادھر لارنس خشکی کی راہ سے شہر کی جانب بڑھا۔ اور اُدھر جنگی جہاز سمندر سے آگے برسنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء کو عقبہ پر عربوں نے قبضہ کر لیا۔ لیکن شہر میں داخل ہو کر اُن کے ہاتھ کیا آیا؟ جنگی جہازوں کی گولباری نے تمام استحکامات کو تباہ کر دیا تھا۔ عربوں کو چند گھنٹروں کے سوا کوئی چیز نہ ملی جس پر وہ اپنا دست تاراج دراز کر سکتے۔ اس معرکہ میں بقیہ سات سو ترک سپاہیوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے۔ اور عربوں نے اُن سے نہایت ذلت آفریں سلوک کیا +

ترکوں سے ذلت آفریں سلوک | ترکوں پر عقبہ میں جو ستم توڑے گئے۔ اُن کے ذکر سے مغربی مصنفین نے عداوت اُترا دیا ہے۔ لیکن بعض مقامات پر ان کے قلم سے بھی یہاں ایسے الفاظ نکل گئے ہیں۔ جن سے عربوں کی ستم کاریوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک مصنف لکھتا ہے کہ ایک ترک افسر نے لارنس سے شکایت کی کہ مجھے ایک عرب نے ترکی زبان میں نہایت فحش گالی دی ہے۔ لارنس نے جواب دیا ”کالائے بد بریش خاند“ عربوں نے ترکی میں گالیاں دینا آپ لوگوں سے ہی سیکھا ہے۔ اس لئے آپ کو گالیاں نہ دیں تو اُدھر کس کو دیں +

عقبہ فتح ہو گیا۔ ترکوں کے خون سے عربی تلواروں نے پیاس بجھائی اے اسلام کے ان بھادوگر زندوں کی تختہ و تفسیک جی کھول کر کی گئی۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن سامان غور و نوش کا فقدان ایک ایسی دشواری تھی۔ جس کا کوئی حل نہیں تھا۔ چنانچہ لارنس کو قاہرہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ ایلینی انہیں دونوں مصر کا بائی کشتہ مقرر ہوا تھا۔ لارنس نے

اُس سے سقوط عقبہ کے تفصیلی حالات بیان کئے۔ اور سامان خورد و نوش لے کر تھوڑے
 دیوں میں واپس عقبہ پہنچ گیا +

اب شام کی تسخیر کا مرحلہ پیش تھا۔ لارنس نے شامی عربوں کو ترکوں کے خلاف
 ابھارنے پر اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ وہ جانتا تھا کہ حریت و استقلال کا نام
 عربوں کے لئے اپنے اندر ایک خاص کشش رکھتا ہے۔ اور بغاوت کے نقیب جو
 سقوط عقبہ کی خبر لے کر تمام اطراف میں پھیل گئے تھے۔ اسی نام پر عربوں کو سرکشی
 کی دعوت دے رہے تھے +

بغاوت عرب کی اس داستانِ خونیں کا سب سے حیرت انگیز واقعہ تو
 یہ ہے کہ ابھی تک بیرونی دنیا لارنس کے نام سے بے خبر تھی۔ علی الخصوص ہندوستان
 کے مسلمانوں کو تو قطعی علم نہیں تھا۔ کہ افریقی الاصل عیسائی کے ہاتھوں اسلام کی عزت
 کس طرح بیاہ کر کوئی جارہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لارنس کی سرگرمیوں کو عداوت پر
 اغفایں رکھا گیا۔ اور خاص خاص لوگوں کے سوا کسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ عرب قبل
 کو ترکوں کے خلاف صف آرا کر لے والا کون ہے؟ لطف تو یہ ہے کہ جنگ عمومی کے
 خاتمہ کے بعد جب زمانہ کے دست گستاخ نے لارنس کے چہرہ سے اسرار کا نقاب اٹا
 دیا۔ اور اُس کی سیرت کے بعض پہلو عوام کی نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ تو نہایت
 سادگی سے کہہ دیا گیا۔ کہ لارنس حکام کی اجازت لئے بغیر فیصل کے پاس چلا گیا تھا۔
 اس لئے اُس کے اعمال کی ذمہ داری برطانیہ پر ناید نہیں ہو سکتی۔ یہ نافرمان اور خود
 شخص قاہرہ کے جرطانی افسروں سے ملتا رہا۔ اور اُس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ
 اسے لطف خاص کا مورد ٹھہرا دیا گیا۔ اور غالباً عقبہ کی تسخیر کے بعد نافرمانی کی یاد اُس

میں اُسے لفٹنٹ سے لفٹنٹ کرنل کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ اور پھر حلیہ کرنل بنا دیا گیا۔ ہمیں یہ نہیں پوچھنا چاہئے۔ کہ اس خطا وار کو کیوں نوازا گیا؟ اس گنہگار پر کیوں انعام و اکرام کی بارش کی گئی۔ ان اسرار و خفا یا "نک ہمہ عامیوں کے ذہن کی رسائی نہیں دے سکتی۔ یہ مصالح خسروی ہیں۔ جن کی کوئی تو بہیمہ ممکن نہیں۔"

”گھگھے ہلکے پر بخند و گھگھے بدشمنانہ خلعت بد ہند“



بارہواں باب

شام کی مہم

تھقبہ فتح ہوا تو شام عربوں کے ہجوم و حملہ کا مرکز بن گیا۔ لیکن شام ایک کھستانی ملک ہے۔ جسے پہاڑیوں سے مختلف علاقوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور جس کے باشندوں کے جذبات و اعیال عقائد اور رجحانات بھی مختلف واقع ہوئے ہیں۔ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک جانے کے لئے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو اُن کے عرب کی سی بات کماں۔ کہ ایک صدام مختلف قبائل کو ایک مرکز پر جمع کر سکتی ہے؟ اس لئے شام کے قبائل کو ایک رشتہ میں منسلک کر دینا بہت مشکل تھا۔ لادش نے یہی مناسب سمجھا کہ بغاوت کی دعوت کے ساتھ قتل و ہلاکت کا ایک ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے جو اہل شام کو فوراً اپنی جانب متوجہ کر لے۔ تخریب و تصادم و شورش و اضطراب اور برہمی و اشتعال میں تعمیر و سکون سے زیادہ کشش ہے۔ مکان تعمیر کیا جاتا ہے۔ تو انسان اُس کی جانب چنداں التفات نہیں کرتا۔ وہ گرتا ہے۔ تو اُس کا دھماکا ہر شخص کو اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ جب حجاز ریلوے تعمیر کی گئی تھی۔ تو عربوں نے باوجودیکہ اُن کے لئے یہ ایک نئی اور نہایت اہم چیز تھی۔ زیادہ دلچسپی اُن پر نہیں

کی۔ لیکن جب لارنس نے اُسے تباہ کیا تو عربوں کی توجہ فوراً منعطف ہو گئی۔
 عقبہ کو فتح ہوئے ابھی چھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ فیصل اور جعفر پاشا
 قبائل کی جمعیت کثیر کے ساتھ لارنس کے پاس پہنچ گئے۔ اُس وقت یہ خطرہ بھی
 دامنگیر تھا کہ کہیں ترک عقبہ پر حملہ نہ کر دیں۔ لارنس نے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی
 عسکری قوت کو پے درپے حلوں سے ضعیف کر دیا جائے۔ تاکہ ان میں اتنی
 سکت نہ رہے کہ عقبہ پر یورش کر سکیں۔ چنانچہ حلوں کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن
 ان میں شجاعت اور مردانگی جو عرب کا فطری جوہر ہے مفقود تھی۔ حلے اس طرح
 کئے جاتے تھے۔ کہ صحرائے عرب کی وسعت سے عربوں کی ایک مختصر جمعیت
 نمودار ہوتی ہے اور ترکوں کی چوکیوں پر آگ برسا کر صحرائیں غائب ہو جاتی ہے
 پھر یہ منظر دکھائی دیتا ہے کہ جاذبیلوے پر ایک گاڑی چلی جاتی ہے۔ ایک مقام
 پر پہنچ کر یک بیک ایک مہیب دھماکا ہوتا ہے۔ اور فساد صوتیں اور گرد و غباریں اٹھنے لگتی
 جاتی ہے۔ چنانچہ لوگوں کے بعد اُردو صوتیں کا نقاب الٹ دیتی ہے۔ اور گاڑی کے
 ٹکڑے اور ترکوں کی لاشوں کو ہر چار جانب منتشر کر دیتی ہے۔ اسے میں لارنس
 اور اُس کے ہمراہی بھاڑیوں سے نکل کر انہیں گھیر لیتے ہیں۔ اور جو لوگ موت
 سے بچ جاتے ہیں انہیں گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

ایک حملہ کے دوران میں لارنس کی مدد بیٹے جمال پاشا سے بھی ہو گئی۔ لیکن وہ
 لڑ بھڑ کر نکل گیا۔ اور ترک اُسے گرفتار نہ کر سکے۔

غرض کہ معان کے قرب و جوار اور شام کے کوہستانوں میں لارنس نے اپنی
 سفاکی کی بدولت شہرت حاصل کر لی۔ اور جاذبیلوے پر آمد و رفت کا سلسلہ

منقطع ہو گیا۔ سرنگیں اڑانے اور پلوں کو تباہ کرنے کے سلسلہ میں لارنس کا نام مستور
مشہور ہوا۔ اُس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاربہ عمومی کے خاتمہ پر
جب لارنس مصر سے گزر رہا تھا۔ عوام میں یہ روایت مشہور تھی کہ وہ قسطنطنیہ کو تباہ
کر دیگا۔ گویا عوام کے نزدیک یہ امر مسلم تھا کہ اُس کا شوق تخریب و ہلاکت جنون
کی حد تک جا پہنچا ہے۔ جو دیست اور دشمن کی تمیز بھی نہیں کرتا +

لارنس اَرزق میں | نو مہر میں وہ ایلچی کے مشورہ سے اسی طرح سرنگیں اڑاتا اور
پلوں کو تباہ کرتا آگے بڑھا۔ اور اَرزق کے علاقہ میں فتحندانہ بڑھتا چلا گیا۔ یہاں
کے مقام پر جہاں عہد فاروقی میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے مابین ایک فیصلہ کن
لڑائی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک پل کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر ناکامی ہوئی۔ اَرزق میں
ایک اور سرین کو برباد کیا گیا۔ اس مہم میں ایک ہندوستانی مسلمان جہاد حسن شاہ
کو اُس کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اُس کے ساتھ ہندوستانی سپاہیوں کی ایک
مختصر جمعیت بھی تھی۔ جو سب کے سب مسلمان تھے۔ ان لوگوں نے اَرزق کے
پہاڑے قلعہ پر قبضہ کر کے اُسے از سر نو آراستہ کیا۔ اس قلعہ میں دربار لگا۔ ترک
فوج کے مفرد عرب سپاہی شام کے شیعہ۔ اور شامی تحریک و طینت کے رہنما
گروہ درگاہ تاج اف لے کر لارنس کے پاس پہنچے۔ تبیلہ بنی صفور جو اپنے خصائل و عادات
کے اعتبار سے بہت قدامت پسند اور سخت گیر سمجھا جاتا ہے پہلے ہی بغاوت
میں شریک ہو چکا تھا۔ اس نئی فتحندی نے دوسرے قبائل کے پس و پیش اور تباہ
کا بھی فائدہ کر دیا۔ اور تمام کے کوہستان میں بغاوت پوری قوت سے پھیل گئی +

لہٰذا قسطنطنیہ مصر کے ایک مشہور پل کا نام ہے +

بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ | لارنس ارنلڈ کے قبائل کو بغاوت میں شرکت کی دعوت

دے کر عقبہ پہنچا۔ یہاں اُسے ایلینی کا ایک مکتوب ملا جس میں لکھا تھا کہ فلسطین میں انگریزوں کو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے۔ اور بیت المقدس ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔ اس مکتوب میں لارنس کو برطانی کو کبہ جلال میں خسر یک ہونے کی دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ جب ایلینی فاتحانہ غلبت و شکوہ کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوا۔ تو لارنس اُس کے ہمراہ تھا۔

شام کی مہم میں بعض نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں ترکوں کو نہایت سفاکی سے قتل کیا گیا۔ ایک محرمہ میں ہزیمت خوردہ ترکوں پر اینیوں کی ایک مسلح جماعت جا پڑی اور انہیں ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا گیا۔

لارنس کے رفقاء شام کی مہم کے اس خونیں عہد میں لارنس کو خود اپنی جان کے لئے پڑے ہوئے تھے۔ کیونکہ ترک کماندار اعظم کی جانب سے اعلان کیا جا چکا تھا کہ جو شخص لارنس کا سر لائے گا۔ اسے بیس ہزار پونڈ کا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ قبیلہ نمیش کے شیخ کا مہمان تھا۔ رات کو شیخ اُسے بیدار کر کے کہا کہ تمہارے متعلق ترکوں کو اطلاع بھیج دی گئی ہے۔ سلامتی پا ہو تو یہاں سے نکل جاؤ۔ لارنس یہ سنکر رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ لارنس نے اس زمانہ میں اپنے رفقاء خاص کی تعداد بڑھائی۔ تاکہ وہ قاتلانہ حملوں کے اندیشہ سے محفوظ ہو جائے۔ اُس کے رفقاء میں بعض نہایت شجاع اور آزمودہ کار اہل قبائل شامل تھے۔ جن میں داؤدہ خزرج۔ راجیل اور عبداللہ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عبداللہ قبیلہ یحیٰی کا ایک مشہور شہسوار تھا۔ اور چونکہ رہبرنی اُس کا باپ

پیشہ تھا۔ اس لئے وہ عبداللہ قاطع الطريق کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ لارنس سے بہتر مالوس تھے۔ اور اسے ہر وقت گھیرے رہتے تھے +

ارزاق سے لوٹتے وقت صرف راحیل اس کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں قبیلہ یقیق کے چار شہسواروں نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن لارنس نے اس موقع پر بے حد مہیا کی اور دلیری ظاہر کی جس سے وہ اور یہ سمجھ کر کہ لارنس کے ساتھ ایک بہت بڑی قیمت ہے روک گئے۔ اور وہ موقع پا کر راحیل سمیت نکل گیا +

ترکوں کے لئے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ انہیں عربوں کی عسکری قوت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ غیر منظم اور پراندرہ قبائل کی طاقت و قوت کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ یہ غلط اس کے عربوں کے لئے ترکوں کی عسکری قوت کے متعلق اطلاعات فراہم کرنا بہت آسان تھا۔ کیونکہ ترکوں کی فوج منظم تھی۔ اور وہ عربوں کی طرح صحرا میں پھیلے ہوئے نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے عقبہ پر از سر نو قبضہ کرنا چاہا تو انہیں ناکامی ہوئی +

عمان یہ عمان | عرب فوج کا ایک مقدمہ ابھی تک یہ فوج کو عسکری مرکز منقر کر کے مدینہ پر حملہ کر رہا تھا۔ لارنس اسے ایک ناکام اور بے سود کوشش سمجھتا تھا۔ لیکن فیصل کے دوسرے انگریز مشیروں کے نزدیک مدینہ پر ہجوم ضروری تھا۔ سو وہ جو جوانی عسکری قابلیت کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا تھا عمان پر پہلے درپے تھے۔ کہتا تھا۔ لارنس کی خواہش تھی کہ عمان فتح ہو جائے۔ تو عرب فوج امانی کے لشکر کے ساتھ مل کر دمشق پر حملہ کرے۔ لیکن یہ خواہش پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی۔ اور اصرار میں قید نے ترکوں سے شکست کھائی۔ اور ادھر امانی کو جو عمان پر یورش کر رہا

تھا۔ ہزیمت اٹھا کر پسا ہونا پڑا۔ عربوں کو انگریزوں کی غیر معمولی قوت پر اس قدر اعتماد تھا کہ جب ایلچی کے پسا ہونے کی خبر پہنچی تو کسی نے یقین نہیں کیا۔

لارنس بادیدہ گوروں کے بھیس میں آمان سے انگریزی فوجوں کی پسپائی کے بعد

ایک دن لارنس اس شہر میں جا پہنچا۔ اُس نے اس موقع پر بادیدہ گوروں کا سا

لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا رفیق خاص فراج بھی اسی لباس میں اُس کے ہمراہ تھا۔

اتفاق یہ کہ اُس کے زمانہ لباس نے چند ترک سپاہیوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

اور وہ انشائے راز کے اندیشہ سے زیادہ دیر تک ٹھہر نہ سکا۔ لیکن اس منظر سے

میں وہ آمان کے استحکامات کا موازنہ بدقت نظر کر چکا تھا۔ چنانچہ اُس نے طویل غور

فکر کے بعد فیصلہ کر لیا کہ اس مستحکم اور ناقابل تسخیر مقام پر حملہ و هجوم کی ناکام کوشش

کر کے اپنی عسکری قوت کو ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ عربوں نے آمان کے

شمال کی جانب ریلوے لائن کو بالکل تباہ کر کے محاذ فوج کا تعلق ترک عساکر سے

منقطع کر دیا تھا۔ لیکن ابھی تک اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اور آمان

میں ترک عساکر کا اجتماع ہو رہا تھا۔ اور یہ اندیشہ تھا کہ وہ آمان کے قرب و جوار سے

ترکوں کو ہٹا دیں گے۔ لارنس نے یہ مناسب سمجھا کہ اٹھائیس پھر ریلوے لائن کو تباہ

سلہ رابرٹ گریوز لکھتا ہے: "مگر لارنس نے عربوں کے قلب پر برطانیہ کی غلبت و برکائی کا

نقش راسخ کرنے میں بہت کوشش کی تھی۔ چنانچہ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ انگریز کسی سرحد میں ان کا

نہیں ہوتے۔ شریعت حسین علی العموم اپنے رفقا کو اکثر یہی یقین دلایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک

مرتبہ ایک شاہی اعلان نافذ کیا گیا تھا جس کا آغاز انگریزوں کی سطوت و شوکت کے اس

اعتراف سے ہوا تھا "یا ایہا المؤمنین! تمہاری حکومت درجہ پائیدہ کے پاس ہے اور تمہارا رے ہے"

کر کے ترکوں کے حملہ کی راہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں۔ یہ خدمت ناصر کے سپرد کی گئی۔ لارنس نے انہیں دنوں ایلنہی سے ملاقات کر کے یہ تجویز پیش کی کہ درآء ۱۰ ہر حملہ کیا جائے۔ اگر یہ مقام قبضہ میں آگیا۔ تو ترک دمشق حیفہ اور شامی فلسطین سے بھی عمان و معان کے محصورین کو کوئی کمک نہ بھیج سکیں گے۔ ایلنہی نے حملہ کے لئے دو ہزار سواری کے اونٹ دیئے۔ اور درآء ۱۰ پر یورش کی تیاریاں ہوئے لیکن لارنس کو چاہتا تھا کہ مدینہ کی محاصرہ فوج بھی درآء ۱۰ کے حملہ میں شرکت کرے۔ اور شریف حسین خود اس حملہ میں کماندہ اعظم کی حیثیت سے شریک ہو۔ لیکن حسین کی عافیت پسندی میں مدینہ کا رہنا کی دشواریاں کب گوارا کر سکتی تھی۔ وہ اپنے حرم امن سے باہر نہ نکلا۔ اور درآء ۱۰ کے محاصرہ کو بھی فیصل اور لارنس کے تدبیر پر چھوڑ دیا گیا۔

حملہ کی تیاریاں | درآء ۱۰ پر حملہ کی تیاریاں بڑے زور و شور سے کی گئیں۔ ازرق میں قبائل کا سیلاب آستانہ آیا۔ میجر کینٹن کے ماتحت انگریز سپاہیوں کی ایک مختصر جماعت بھی اس مہم میں شریک تھی۔ اور گورکھا سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تھا۔ جنہوں نے عمان کے شمال میں ریلوے لائن کو تباہ کر کے درآء ۱۰ کا پیوند اس سے منقطع کر دیا۔ انگریزوں نے مسلح موٹروں اور ڈیمارے بھی بھیجے۔ فیصل ایک ہزار شتر سواروں کی فوج جمع کر آیا۔ خود ابن طائی اپنے رفقاء کے ساتھ پہنچا۔ فرانسیسی سپاہیوں کا ایک دستہ آکر شہر یک ہوا۔ پھر سرحد عراق کے قبائل کا امیر شیخ نوری جمیعت کثیر کے ساتھ آیا۔ بنی صخر کے شجاع عرب جو شہسواروں اور سپہ گری میں بے نظیر سمجھے جاتے ہیں بڑے سامان کے ساتھ آئے۔ فرزند ابن دؤد بھی اپنے خاص نشان اٹھاتے پہنچے۔ ان کے علاوہ لارنس، دؤر اس کے رفقاء بھی تھے جن میں شام و عراق کے اکثر

مشہور شہسوار اور سپاہی شارل تھے +

عربوں کا یہ سارا اجتماع اس یقین و اعتماد کے ساتھ تھا کہ شام پر ان کا علم لہرائے گا۔ اور امیر توری جو پہلے بھی اپنے شکوک ظاہر کر چکا تھا۔ لائس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ برطانیہ نے شام اور فلسطین کے متعلق مختلف معاہدے کر رکھے ہیں۔ ایک معاہدہ کا مفہوم یہ ہے کہ ”مفتوحہ علاقہ کو فرانس، روس اور برطانیہ آپس میں تقسیم کر لیں گے“۔ ایک معاہدہ کا مفاد یہ ہے کہ ”فلسطین کو سیہ بنیاں عالم کا مرکز بنا دیا جائے گا“۔ ایک معاہدہ یہ ہے کہ ”عرب جس علاقہ کو اپنی قوت بازو سے فتح کریں گے۔ وہ انہیں کے زیر نگیں رہے گا“۔ یہ معاہدے بے حد تضاد و قیافہ ہیں۔ ہم ان میں سے کس کو صحیح تسلیم کریں؟ لائس نے جواب دیا کہ ”آخری معاہدہ وہ ہے جو عربوں سے کیا گیا ہے۔ اس لئے باقی تمام معاہدوں کو منسوخ تصور کرنا چاہئے۔ لائس کے اس جواب نے امیر توری کو مطمئن کر دیا۔ لیکن لائس یہ محسوس کرتا تھا کہ ان وعدوں کے ایفا کی نوبت کبھی نہیں آئے گی +

لطف یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں جبکہ اتحادی عربوں کی تحریک حریت سے غیر معمولی شغف و انہماک ظاہر کر رہے تھے۔ دوسری جانب ترک ارباب سیاست کے قدامت پسند گروہ سے جو جدید عقاید کو قومی ترقی کے حق میں سم قائل سمجھتا تھا۔ مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی تھی۔ یہ گروہ اپنی فرزداد خیالی کے باعث نوجوان ترکوں کے اس عقیدہ کو ناپسند کرتا تھا کہ ہر قوم کو خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس لئے آتے کبھی

گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ عرب اپنی خود مختار سلطنت قائم کریں۔ اگر اس گفت و شنید کا نتیجہ یہ ہوتا کہ برطانیہ کو مشرق میں چند مراعات حاصل ہو جاتیں۔ تو یقیناً اُسی زمانہ میں ترکوں سے صلح ہو جاتی۔ اور انگریزوں کو عربوں کی اعانت سے دست کش ہو جانا پڑتا۔ لارنس نے اس زمانہ میں فیصل کو شورہ دیا۔ کہ انہیں اتحاد و ترقی کے نوجوان ارکان سے گفتگو کی جائے۔ تاکہ اگر ترک سیاستین کے قدامت پسند گروہ سے کوئی مفاہمت نہ ہو سکے تو ترکان احرا کو حریت کے نام پر مجبور کیا جائے۔ کہ وہ شام پر عربوں کی سیادت تسلیم کر لیں +



تیرھواں باب

تیسرے دراعہ

دراغہ پر یورش کے آغاز میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے عربوں کے حوصلے
 پست کر دیئے۔ اور اگر لارنس کی غیر معمولی ذہانت آڑے نہ آ جاتی تو اغلب تھا کہ
 بغاوت عرب کامیابی کے اس قدر مراحل طے کرنے کے باوجود ناکام ہوتی +
 باغیوں کی جمیعت مختلف افکار و عقائد کے لوگوں پر مشتمل تھی۔ اور ہر شخص
 اپنے جداگانہ مقصد کے پیش نظر بغاوت میں شریک ہوا تھا۔ مثلاً شریف حسین
 کا مقصد یہ تھا کہ ایک وسیع عرب سلطنت قائم کی جائے جس میں شام اور فلسطین
 بھی شامل ہوں۔ اور اس کی عنان حکومت شریف کے قبضہ میں ہو۔ جعفر پاشا اور
 پاشا۔ اور مولود وغیرہ شامی عرب یہ چاہتے تھے کہ شام میں ایک آزاد سلطنت قائم
 کریں۔ ان کے علاوہ بعض قبائل ایسے بھی تھے جنہیں نہ تو شریف حسین کے مقاصد
 سے ہمدردی تھی۔ اور نہ شامیوں کے افکار سے کوئی سروکار۔ بلکہ محض مالی غنیمت
 کی طمع انہیں عرصہ کارزار میں پہنچ لائی تھی +
 حسین جیسے شامیوں کے عقاید کا علم تھا۔ اکثر اوقات اپنی قوت و

اختیار کا اعلان کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے سنا کہ جعفر یا شا کو مامطہ پر کماندار اعظم
 کہا جا رہا ہے۔ تو اسے بہت ناگوار گذرا۔ اس نے ایک فرمان نافذ کیا جس کا مفہوم
 یہ تھا کہ جعفر کی حیثیت ایک کپتان سے زیادہ نہیں۔ کوئی شخص اس سے کماندار اعظم نہ
 نہ کہے۔ اس فرمان نے شامی عربوں میں اضطراب برپا کر دیا۔ جعفر یا شا مولود
 اور دوسرے کارآمد مودہ شامی افسر فوراً مستعفی ہو گئے۔ فیصل نے یہ کیفیت دیکھی
 تو اس نے بھی احتجاج کے طور پر استعفیٰ دے دیا۔ لیکن حسین پر فیصل کے استعفیٰ
 نے بھی کوئی اثر نہیں کیا۔ اور اس نے زید کو لکھا کہ فیصل سے چارج لے کر اسے
 سبکدوش کر دو +

لارنس کے لئے یہ ایک عجیب کشمکش کا موقع تھا۔ وہ حسین کے اس فرمان
 کی چنداں پروا نہ کرتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ درامہ پر یروش کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے
 تھے۔ ایسے موقع پر شامیوں کا محلے میں شرکت سے انکار کر دینا۔ اور فوج کی نشان
 قیادت کا فیصل کے ہاتھوں سے نکل کر زید کے ماتر بہ کار ہاتھوں میں چلا جانا
 یہ معنی رکھتا تھا کہ انہیں اس مہم کی کامیابی کی کوئی امید نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ
 اس نے ایلینی اور مصر کے ہائی کمنڈر سے رجوع کیا۔ ان کی فمائش کا اتنا اثر ہوا۔
 کہ شریف نے ایک برقی پیغام بھیجا جس کے پہلے حصہ میں اس واقعہ پر اظہارِ افسوس
 ملے مگر باقی کمنڈر سرسہری میکان تھا۔ اسی نے حسین کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اور اسی کے
 توسط سے حسین کو مدد پہ ملتا تھا۔ شریف حسین کو اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے اور اپنی
 ذاتی اور فوجی قوت قائم کرنے کی ۱۷ دین فروری ۱۹۲۰ء تک بارہ لاکھ لگی یعنی ایک
 کروڑ اسی لاکھ روپیہ دیا گیا +

کیا گیا تھا لیکن دوسرے حصہ میں پھر یہ الفاظ دہرائے گئے تھے کہ جب پھر پاشا کی حیثیت ایک معمولی کپتان سے زیادہ نہیں ہے لارنس نے یہ چال چلی کہ فیصل اور جعفر کو اس تار کا صرف پہلا حصہ دکھایا اس طرح وہ بے اطمینانی جس نے فوج میں بغاوت کے آثار پیدا کر دیئے تھے۔ دور ہو گئی۔ اور دراعہ پر حملہ ہجوم کی تیاریاں ہونے لگیں قتل عام | لارنس نے دراعہ پر یورش کے زمانہ میں غیر معمولی جنگی قابلیت کا ثبوت دیا۔ اس نے عمان کو بظاہر اپنا مرکز توجہ ظاہر کر کے ترکوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ کہ عرب عمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور ہزرک عمان کے استحکام میں مصروف تھے۔ اور ادھر ارنلڈ میں عربوں کا اجتماع ہو رہا تھا ۱۲ ستمبر کو تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ پہلے ریلوے لائن کو تباہ کر کے عمان عمان۔ مدینہ۔ ناصرہ اور داؤدی اردن کے ترک عساکر کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد دراعہ کے قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے معرکے ہونے لگے۔ یہ یوکس کاپل جس پر لارنس پہلے بھی ناکام حملہ کر چکا تھا۔ ڈائنامیٹ سے اڑا دیا گیا۔ اس کے پاس ہی ترکوں کی چوکی تھی۔ انہوں نے کمال شجاعت و مردانگی مقابلہ کیا۔ لیکن عرب ہر گوشہ سے سیلاب کی طرح امنڈ پڑے۔ اور ترکوں کو ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا۔ حورائن کے دو ہقان قتل و غارت میں سب سے پیش پیش تھے۔ بچے۔ بوڑھے۔ عورتیں سب اس قتل عام میں حصہ لے رہے تھے۔ غارتگری کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو چونکہ بریٹریل جھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر دوسرے سے عرب باغی کھینچ کر پہنچ گئے۔

عربوں کی پے درپے کامیابیوں نے دراعہ کے حکام کو خائف کر دیا۔ ان

میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ مردوں کی طرح میدان کارزار میں کٹ مرتے۔ اس لئے وہ لارنس کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ ہم شہر کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ آپ بے غل و غش قبضہ کر لیجئے۔ لارنس نے سوچا کہ اگر ایٹلی نے شکست کھائی۔ تو دراعہ پھر ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے مصالحت یہی ہے کہ ابھی دراعہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے یہ درخواست قبول نہ کی +

یہ رموک کے پُل کے بعد تل الشہاب کے پُل کی باری آئی۔ اس پُل کی محافظ فوج کا کپتان نسلا ارمنی تھا۔ اس نے لارنس سے وعدہ کیا۔ کہ میں باسانی تل الشہاب پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ صلاح یہ قرار پائی۔ کہ ارمنی کپتان چار عربوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ اور انہیں اپنے کمرے میں چھپا رکھے۔ پھر اپنے ماتحت افسروں کو ایک ایک کر کے بلائے اور چاروں عرب کی نگاہ سے نکل کر ان کی شکلیں گس لیں۔ تجویز تو خوب تھی۔ لیکن عین وقت پر ایک جہن کر نیل کی سرکردگی میں ترکوں کا ایک دستہ پہنچ گیا۔ جس نے ارمنی کپتان کو غداری کے جرم میں گرفتار کر لیا +

لارنس اور اس کے رفقاء دراعہ کے قرب و جوار میں مصروف کارزار تھے۔ تھے میں اطلاع ملی کہ ایٹلی کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی دراعہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ہندوستانی سپاہی دراعہ پر ٹھیں۔ اسٹریلیا کی فوج حوٹان پر حملہ کرے۔ اور نیوزی لینڈ والے عمان کو مرکز ہجوم بنالیں پھر نیوزی لینڈ کے سپاہی تو عمان کی حفاظت کریں۔ اور باقی دونوں قوتیں دمشق پر حملہ آور ہوں + عربوں کی صفائی [نیلےس بیوآن حقیقہ وغیرہ مقامات سے ایٹلی کے حملے نے ترکوں کو

نکال دیا تھا۔ جو ترک آسٹریں اور جرمن سپاہی سپاہ ہوئے تھے۔ انہیں لارنس اور اس کے رفقاء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اور یا انہیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ یہ حکم عام تھا کہ ہزیمیت خور و ترکوں میں سے ایک بھی بچ کر نکلنے نہ پائے جس رات یہ اطلاع ملی کہ بلغاریہ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ جو ان کی ساری آبادی ترکوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور انہیں ایک ایک کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ ترک فوج کے دوستے جن میں ایک چار ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے میں دو ہزار سپاہی تھے۔ شیخ سعد کی جانب سپاہ ہو رہے تھے۔ لارنس نے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔ انہوں نے بڑی جوا فروی سے مقابلہ کیا۔ لیکن ہر گوشہ سے عرب مورخ کی طرح پیدا ہو رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کاٹنا ترکوں سے آمادہ پیکار ہے۔ چنانچہ وہ سب کے سب کٹ مرے۔ مجروح ترکوں پر بھی رحم نہیں کیا گیا۔ اور انہیں نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا گیا۔ درآہ کی ترک پولیس کے سپاہیوں کو جنہوں نے جو ان کے باغیوں کو سزا دی تھی۔ ریت پر گھسیٹا گیا۔ اور طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد قتل کیا گیا۔ لارنس نے اس موقع پر کہا تھا: ”میرے نزدیک۔ اور یہی شخص سب سے تیرا ہے جو سب سے زیادہ ترکوں کی لاشیں میرے پاس لائے۔“

ترک۔ آسٹریں۔ جرمن سب کے سب نہایت شجاعت سے لڑے۔ لارنس کا حکم تھا کہ کسی کو گرفتار نہ کرو۔ سب کو قتل کر ڈالو۔ لیکن عربوں کے ایک دستہ کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی۔ اور انہوں نے دو سو ترکوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ جب وہ قیدیوں

کو لے کر لائنس کے پاس پہنچے۔ تو یکا یک ایک عرب جسے ترکوں نے مجروح کیا تھا پیچ اٹھا۔ سب کی نگاہیں اُس کی جانب ہلٹ گئیں۔ اور ایک شخص نے پوچھا ”حسن تمہیں کس نے مجروح کیا؟“ اُس نے ترک اسیروں کی جانب اشارہ کیا اپنے ایک ہمراہی کو مجروح دیکھ کر عرب اس قدر باغ و ختم ہوئے کہ انہوں نے سارے قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔

غرض کہ اس قدر نوریزی کے بعد درآء ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء کو فتح ہوا۔ جنرل بیرو جسے درآء پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا۔ اُس وقت پہنچا۔ جب کہ عرب شہر پر قبضہ کر چکے تھے۔



چودھواں باب



فتح دمشق

دوسرے دن لائنس موڑ میں بیٹھ کر دمشق پہنچا۔ یقیناً السیف ترک ابھی تک جا بجا لڑ رہے تھے۔ جرنیوں کا ایک دستہ آگ کے دریا میں شناوری کر رہا تھا۔ لیکن ان میں کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب افسر حکم دینا تھا۔ پلٹ کر فیر کرتے تھے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ انگریز مورخوں کو بھی ترکوں اور جرنیوں کی بے مثل شجاعت کا اعتراف ہے +

ہنگامہ کارزار زیادہ دیر تک گرم نہیں رہا۔ تھوڑی دیر میں ہر چار جانب ترکوں اور جرنیوں کی لاشوں کے انبار نظر آنے لگے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی انسان کی درندگی کا ہولناک منظر دکھائی دینا تھا۔ دمشق کا گورنر علی رضا ترکوں کے خلاف سازش میں شریک تھا۔ اور دمشق کی مجلس وطنیت کی صدارت بھی اسی کے سپرد تھی۔ لائنس نے ایک سوار کو اس کے پاس دوڑایا۔ کہ شہر پر عربوں کا علم نصب کر دے۔ علی رضا نے دمشق سے ۱۲ میل کے مطابق مسالہ میں، بعد حکومت حضرت خلیفہ ثانی مسلمانوں کے حیلہ اختیار میں آیا۔ اور ۱۹۱۸ء میں تیرہ سو سال کے بعد پھر نصاریٰ کے غلبہ میں چلا گیا۔ یہ واقعہ حاشیہ پر مذکور ہے۔

اُس وقت ترکوں کے ایک ہزیمت خورہ دستے کی کمان کر رہا تھا۔ اُس کے نائب شکاری نے ٹون ہال پر عربی علم نصب کرنے کی سعادت حاصل کی۔ لارنس جب رولز رانس بوٹریں بیٹھ کر ایک فارغ کی حیثیت سے دمشق میں داخل ہوا۔ تو اہل دمشق دور و پیہیں ہاندھے کھڑے تھے۔ ٹون ہال کے قریب شامی عربوں کا ہجوم تھا۔ جو دالمانہ قرض سے اپنی آزادی کا اعلان کر رہے تھے۔ اس سارے مجمع میں لارنس یا اُس کے انگریز رفقاء ہی جانتے تھے۔ کہ شامیوں کی آزادی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔

لارنس نے اپنی کتاب "ہفت ستون دانش" کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ کہ میں فتح و مشق کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ کہ یکایک موزن نے اذان دی۔ اُس نے اذان کے خاتمہ پر کہا کہ "اے اہل دمشق آج خدا نے ہم پر بہت کرم کیا" یہ واقعہ نقل کر کے وہ لکھتا ہے کہ ان لاکھوں نفوس میں صرف میں اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ موزن کا اظہار مسترت بے معنی ہے۔ لارنس آغاز سے یہ جانتا تھا کہ اتحادی شام پر کبھی عربوں کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن وہ انہیں ہمیشہ یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ عراق۔ شام اور فلسطین پر ان کا علم اقتدار برپا ہو گا۔ اس لئے اس کا یہ اظہار رندامت اپنی نیک سنجی کا یقین دلانے کی ایک بے سود کوشش ہے۔

حاشیہ نمبر ۹: یہ عجیب بات ہے کہ ترک۔ سپاہی جتنے شجاع اور بہادر ہوتے ہیں۔ اُنکے افسر اتنے ہی خدا را در بندل۔ ترک فوج کے جن افسرین نے سازش میں شریکین میں ڈانگہ زنہ نکالنا دیا۔ انکی نہرت بہت طویل ہے۔

الح "سیون پر ز آفت و نہ ڈوم"

عبد القادر الجزارنی | اتحادیوں کی فریب کاری کا احساس سب سے پہلے عبد القادر
الجزارنی کو ہوا۔ یہ شخص مشہور اسلامی مجاہد امیر عبد القادر الجزارنی کا پوتا تھا۔ چنانچہ
اُس نے دمشق میں اتحادیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ چند غیور و روزی بھی
اُس کے ساتھ شریک ہو گئے۔ لارنس کو اطلاع ملی تو اُس نے شہر کے شمالی
حصہ میں فوج پھیلا دی جس نے عبد القادر کو پکڑ لیا۔ عبد القادر واد و زکی
بھاگ نکلے۔ اور واپس ہوتے ہوئے شہر میں امن ہو گیا +

علی رضا واپس آ گیا۔ اور اُسے دمشق کا گورنر بنا دیا گیا۔ دوسرے دن
ایٹنی بھی پہنچ گیا۔ فیصل درآء سے اپنے رفقاء سمیت پہنچا۔ لوگوں نے اُس کا
نہایت شاندار استقبال کیا۔ یہاں ایٹنی اور فیصل کی ملاقات ہوئی۔ لارنس
اس موقع پر ترجمان کی خدمت انجام دے رہا تھا +

دوسرے دن لارنس نے رخصت طلب کی۔ ایٹنی تو نہیں مانتا تھا بلکہ
جب لارنس نے سمجھایا کہ میرا یہاں سے چلا جانا ہی قرین مصلحت ہے۔ تو وہ اپنی
گیا۔ لارنس جانتا تھا کہ موجودہ نظام حکومت نارفی اور ناپائدار ہے آج یہاں عربی
علم لہرانا نظر آ رہا ہے۔ کل وہاں فرانسیسی پرچم بلند کھائی دینگا۔ اُس وقت میں
عربوں کو کیا جواب دوں گا؟ چنانچہ وہ اپنے عرب دوستوں سے رخصت ہوا۔ دوسرے
سال جب عربوں کی ساری امیدیں پامال کر دی گئیں تو انہیں لارنس کے دل فریب

لے عبد القادر نے پہلے بھی کئی مرتبہ لارنس کو پکڑ لیا تھا۔ اس واقعہ سے ایک دو روز پہلے
دمشق کے ایوان حکومت میں ایک مختصر بزم مشاہدت منعقد تھی۔ عبد القادر بھی شریک محبت
تھا۔ باتیں کرتے کرتے یکایک وہ خجراتوں میں لئے لارنس پر حملہ آور ہوا۔ لیکن عدوہ ابن ابوطالی نے اس کو روک دیا۔

ویدے یاد آئے۔ اُنہیں تو فتحی کر لائیں کسی دن واپس آکر میں فرانیسیوں
 کی غلامی سے نجات دیجئے۔ آخر ان کا بیانیہ شایب چھلک گیا۔ چند سال کے
 بعد ہی فرزند ان درود نے فرانیسیوں کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ فرانیسیوں نے
 شایبوں پر جو ظلم توڑے ان کی خونیں داستان گھر گھر مشہور ہے۔ حوران
 اور زرق۔ لبنان میں جہاں ترکوں نے خاک اور خون میں لوٹ کر حسین شہید
 علیہ السلام کی سنت پاریز کی تجدید کی تھی۔ شایبوں کا خون بہا یا گیا۔ شاید یہ
 ترکوں کے خون کا انتقام تھا۔ جو غدار شایبوں سے پیسا گیا۔



ایہ رابرٹ گریوز لکھتا ہے کہ سال بھر تک تو یہ کیفیت، ہی کہ جب کوئی برطانیہ پارہ روشن
 یا اس کے گردہ دلچسپ میں آتا تھا تو عرب یہ سمجھ کر کہ لائیں واپس آگیا بیابانہ دور کو اسے گھر
 لیتے تھے۔

پندرھواں باب



مجلس صلح

لارنس لندن پہنچا۔ تو مشرق و مغرب میں اس دامن ہو چکا تھا۔ اکتوبر
۱۹۱۹ء کو دنیا بھر میں جشن صلح منایا گیا۔ لارنس اس موقع پر لندن میں تھے لیکن
جنگ کی ہنگامہ آفرینیوں کے بعد اسے وطن میں امن و سکون کے دن بسر کرنا
نصیب نہ ہوئے تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ فیصل بھی لندن پہنچ گیا۔ اور
لارنس اس کے ساتھ برطانی وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے پیرس کی مجلس
صلح میں شرکت کی غرض سے روانہ ہو گیا +

عرب میں لارنس کو فوادی تلوار سے کام لینا پڑا تھا۔ پیرس میں دلائل
کی تلوار سے کام لینا پڑا۔ مجلس صلح میں دنیا بھر کے مدبر موجود تھے۔ دس
لاکھ جارج کلیمینٹسو۔ امیگو۔ سوئیڈن وغیرہ نے نہایت فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ لارنس

نے دلائل و براہین کے اس معرکہ میں ملاقاتِ قسانی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے مدبرِ عش کر آٹھے۔

شریف چاہتا تھا کہ اس تمام علاقہ پر جس کی زبان عربی ہے۔ اس کی ملکیت تسلیم کر لی جائے۔ اور وہ مکہ معظمہ کو صدر مقام قرار دے کر ایک وسیع سلطنت پر حکمرانی کرے جس میں عراقِ فلسطین اور شام شامل ہوں۔ اور فیصل کی صرف یہ خواہش تھی کہ اسے شام کا بادشاہ بنا دیا جائے۔ شریف حسین کا مطالبہ تو اتحاد و یکجہتی کے لئے کسی صورت میں بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ فرانسیسی فیصل کو بھی شام کا بادشاہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ جب تک جنگ جاری رہی۔ لائسن نے شریف حسین کو ہمیشہ یہ یقین دلایا کہ اسے سارے عربستان کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا۔ فیصل سے یہ کہا جاتا رہا کہ شام اس کے زیرِ نگیں ہوگا۔ اور شامی عربوں سے یہ وعدہ کیا جاتا رہا۔ کہ انہیں شریف حسین اور فیصل سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کے ملک کی عنانِ حکومت انہیں کے قبضہ میں رہے گی۔ لیکن مجلسِ صلح میں صاف انہیں پھیر لی گئیں اور نہ تو شریف حسین کی خواہش پوری ہوئی۔ نہ فیصل کی امید برآئی اور نہ شامی وطن پرستوں کے جذبات کا احترام کیا گیا۔

ایک فرانسیسی نمائندہ دور کی کوڑی لایا۔ اس نے ایک نہایت فصیح تقریر میں کہا کہ شام پر تو فرانسیسوں کا پورا حق ہے۔ ہاں نہ ہو تو حروبِ صلیبیہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ لائسن نے جو فیصل کی ترجمانی کا حق ادا کرنا تھا۔ برجستہ جواب دیا کہ صاحب۔ یہ بھی ملحوظ رہے۔ کہ حروبِ صلیبیہ میں کون فتح مند ہوا تھا۔

عرب یا فرامیسی +

غذاری کا مسئلہ آخر پڑی دشواری سے فیصل اور فرامیسی مدبر کلیمنشویں مخالفت ہوئی اور یہ قرار پایا کہ بیروت اور لبنان تو فرانس کے قبضہ میں رہیں۔ اور ملک کے اندر دنی حصہ میں فیصل فرامیسیوں کی مدد سے حکومت کرے۔ لیکن فرانس اس عہد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور کلیمنشو کے مستعفی ہونے کے بعد اُس کی حکمت عملی میں بھی تغیر واقع ہو گیا۔ فیصل دمشق سے نکال دیا گیا۔ وہ بہت عرصہ تک فلسطین۔ اعلیٰہ اور انگلستان میں گلیوں کی خاک چھانٹا پھرا۔ اور جب تمام دروازے بند پائے تو بایوس ہو کر کہ مغرر چلا گیا۔ آخر پڑی مشکلوں سے اُسے عراق کا فرانزوا تسلیم کیا گیا۔ اور وہ برطانی ہائی کمشنر سر پرسی کاکس کی مدد سے بغداد میں تخت نشین ہوا +

اس طرح شام فرانس کے قبضہ میں رہا۔ عراق پر فیصل متصرف ہو گیا۔ اب فلسطین رہ گیا تھا۔ لیکن اس سرزمین میں بھی عربوں کے خاص حقوق تسلیم نہیں کئے گئے۔ بلکہ اسے یہودیوں کا مرکز بنا دیا گیا۔ اور دنیا کے مختلف اطراف و اکناف سے یہودی ہجرت کر کے وہاں پہنچنے لگے۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں یہودی اور مسلمان باہرگروست و گریبان ہو رہے ہیں۔ اور انگریز باطلینان تمام حکومت کر رہے ہیں +

لیکن انگریزوں اور فرامیسیوں کی مستعزہ حکمت عملی کے نتائج بھی اچھے ثابت نہیں ہوئے۔ شام میں دروز کے شہنشاہ اور غیور فرزندوں نے علم جہاد بلند کر دیا۔ فلسطین میں یہودی انگریزوں کی شہ پاکر عربوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور عرصہ تک فلسطین و شام میں خونریزی ہوتی رہی۔ آج جبکہ یہ مسطور

لکھی جا رہی ہیں۔ عربستان میں اضطراب برپا ہے۔ اور تمام عرب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے اتحادیوں کی مدد کرنے میں شاید غلطی کی تھی۔ اس وقت عراق حجاز۔ نجد۔ شرق اردن۔ شام اور فلسطین میں بظاہر امن ہے۔ لیکن دراصل عربوں کی روح مضطرب ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس خاک سے پھر جنگ و پیکار کے شعلے بھڑک اٹھیں +

انگریزوں کی نگاہیں اس وقت مملکت نجد و حجاز کے فرمانروا سلطان ابن سعود پر لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ برطانی ارباب سیاست یہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ سلطان اتحاد و عربستان کے حامی ہیں۔ اور ان کا مہتمائے نظر بھی یہی ہے۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے جن علاقوں میں عربی بولی جاتی ہے۔ اس کی ایک دولت مشترکہ قائم کی جائے +

گما چاتا ہے کہ لارنس اتحادیوں کی اس بے اعتنائی سے بچد متاثر ہوا اور اس نے بھی صلح کے بعد اپنے تمام قہقے اس پیغام کے ساتھ محکمہ جنگ میں بھیج دیئے کہ میں عربوں سے ایفائے عہد نہیں کر سکا۔ اس لئے میں ان قوموں کا مستحق نہیں۔ اور جب حضور ملک معظم نے اسے شرف پارہابی بخشا۔ تو اس نے ان تمام بے انصافیوں کا ذکر کر دیا۔ جو عربوں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ لارنس کے تمام سولہ بھائی اس امر پر متفق ہیں کہ اس واقعہ نے لارنس کی ساری زندگی تلخ کر دی اور یہی وجہ ہے کہ وہ بغاوت عرب کے بعد عزالت اور گناہی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ اس افسانہ میں صداقت کا عنصر کس قدر ہے؟

سولھواں باب

”شا“ اور کرم شاہ

بغاوت عرب کے بعد لارنس کے جذبات افسردہ ہو گئے۔ اور اُس نے نہایت خاموش زندگی اختیار کر لی۔ شاید لارنس کے سوانح نگاروں نے اس عہد کے واقعات کو زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ایک شخص جسے صدائے جنگ و رباب کی بجائے تلواروں کی جھجکا میں لطف آتا ہو۔ اس طرح گوشہ عزلت میں نہیں بیٹھ سکتا۔ کہ بیرونی دنیا سے اس کا تعلق بالکل منقطع ہو جائے *

لارنس صیغہ پرواز میں | لارنس نے ۱۹۱۹ء کے بعد زیولٹ ان دی ڈیزر^۱ اور ”سیولن پلر ز آف وزڈم“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں جو بے حد مقبول ہوئیں گویا اُس نے اپنی زندگی کے یہ تین سال علمی مشاغل کے نذر کر دیئے۔ اور اگست ۱۹۲۲ء میں جب اُس کی طبیعت تصنیف و تالیف کے مشغلہ سے اُکتا گئی۔ تو وہ صیغہ پرواز میں ”شا“ کے نام سے شامل ہو گیا۔ اُس نے ابھی اس مشغلہ میں بمشکل چھ ماہ بسر کئے تھے کہ دفعۃً یہ راز کھل گیا۔ کہ لوگ جس شخص کو ”شا“

کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ درحقیقت بغاوت عرب کا سالار اعظم کرنل لارنس ہے۔ اخبارات میں کرنل لارنس کی اس پراسرار عزت گزینی کے متعلق طویل مضمون لکھے گئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو اس کے کاموں کا علم تھا۔ ان کے لئے اس امر پر یقین کرنا دشوار تھا۔ کہ لارنس کسی خاص مقصد کے بغیر صیغہ پرواز میں ایک کلرک کی حیثیت سے شامل ہو سکتا ہے + وزیر صیغہ پرواز کو اندیشہ ہوا۔ کہ معاملہ بڑھا۔ تو پارلیمنٹ میں سوالات کئے جائیں گے۔ اور یہ شبہ کیا جائے گا۔ کہ صیغہ پرواز میں لارنس کی شمولیت کسی پراسرار مقصد کے ماتحت ہے چنانچہ اُس نے فروری ۱۹۲۷ء میں لارنس کو علیحدہ کر دیا +

اس کے بعد لارنس نے ٹینک کارپس میں ملازمت حاصل کر لی۔ دو سال اسی صیغہ میں رہا۔ یہ زمانہ ڈوہ جیسٹر میں بسر ہوا۔ اور اُس نے اپنی کتاب ”سیون پاز آف ڈوہم“ کی تکمیل نہیں کی +

پھر صیغہ پرواز میں لارنس اپنے موجودہ مشغلہ سے مطمئن نہیں تھا۔ اُس نے پھر صیغہ پرواز میں شامل ہونے کی کوشش کی۔ اُس کے ایک دوست نے جو انگلستان میں خاص اتھو رسوخ رکھتا تھا وزیر اعظم سے سفارش کی۔ اور لارنس کو پھر صیغہ پرواز میں منتقل کر دیا گیا لیکن اس مرتبہ اسے انگلستان میں نہیں رہنے دیا گیا۔ بلکہ پہلے کراچی میں۔ اور پھر سرحد افغانستان کے ایک غیر معروف مقام میراں شاہ میں بھیج دیا گیا +

صیغہ پرواز میں اس کے تقرر کے متعلق بہت اخفا سے کام لیا گیا اس کے رفقاء میں سے بھی کسی کو علم نہیں تھا۔ کہ یہ شخص کون ہے؟ جب ڈوہ جیسٹر میں

یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ کرنل لارنس آج کل یہاں ہے تو اس کے رفقاء اس کے خط و خال سے پہروں اس تصویر سے مقابلہ کرتے رہتے تھے جو بغاوت عرب کے زمانے میں بعض اخبارات میں شائع ہوئی تھی لیکن بہت تلاش و جستجو اور تحقیق و تدقیق کے بعد بھی وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ کہ شاہ اور کرنل لارنس میں کوئی نسبت ہے +

پیرکرم شاہ | لارنس جن دنوں میراں شاہ میں تھا۔ امرتسر میں ایک پراسرار شخص نمودار ہوا جس کی گرجی آنکھوں اور سنہری بالوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ شبہ پیدا کر دیا۔ کہ وہ کوئی انگریزی الاصل شخص ہے۔ وہ اپنا نام کرم شاہ بتاتا ہے۔ اس کے پاس درد و دولت کی فراوانی ہے۔ تو ہم پرست عورتیں اسے گھیرے مہتی ہیں۔ اس کی عادات و خصائل میں کسی قدر نسائیت ہے۔ وہ بظاہر کوئی دانشمند اور مختلط شخص نہیں اگرچہ وہ اپنے خط و خال سے انگریز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو ترکستان کا باشندہ بتاتا ہے۔ بظاہر ترکی فارسی اور عربی میں سے کسی زبان پر اسے عبور نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اردو بھی صفائی اور روانی سے نہیں لول سکتا۔ عوام میں یا فواد مشہور ہو گئی۔ کہ پیرکرم شاہ درحقیقت کرنل لارنس ہے۔ ایک موقع پر عوام کے ایک غلط آلود مجمع نے جو اسے مشرقی ممالک کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتا تھا۔ اسے پیٹ ڈالا اور اسے ملے ڈمیر ۱۹۱۵ء میں لاہور میں جبکہ حجاب کے متنازعہ ناز لا لاجبت رائے کی ارتھی ہے جا رہے تھے۔ پیرکرم شاہ موٹریں آمادہ کھائی دیا۔ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ لارنس ہم چینکنا چاہتا ہے۔ اس پر لوگ پیرکرم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے اسے بچا لیا اور تھوڑی دیر بعد ہانے میں رکھ کر چھوڑ دیا +

عرسے میں اس افواہ نے قبول عام حاصل کر لیا۔ کہ لارنس جس نے عربوں کو تباہ کیا
اب پیر کرم شاہ کے لباس میں جلوہ گر ہے +
پیر اسرارِ مہجرت | آخر کار بعض نیم سرکاری اخبارات میں اعلان کیا گیا۔ کہ کرنل لارنس
درشا کے نام سے میراں شاہ میں مقیم ہے۔ اسی زمانے میں افغانستان کے مطلع
پر انقلاب کے بادل چھا گئے۔ اور ادھر عوام میں ریختر گرم ہوئی۔ کہ فتنہ افغانستان
سے لارنس کا گہرا تعلق ہے۔ ان افواہوں کی بنا پر حکومت نے کرنل لارنس کو مسجد
سے انگلستان بھیج دیا۔ ۸ جنوری ۱۹۲۹ء کو وہ لاہور پہنچا۔ لیکن وہ نہ تو کسی اخبار
کے نمائندے سے ملا۔ اور نہ اس کی آمد کی عوام کو اطلاع ہوئی۔ یہاں سے وہ
بہتی روانہ ہو گیا۔ اور ۱۲ جنوری کو انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گیا +
اس واقعہ سے عوام کی قیاس آرائیوں کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ لوگ بھی کہتے رہے۔
کہ اصل لارنس ہندوستان میں ہے۔ اور جو شخص انگلستان بھیجا گیا ہے۔ اُس کا ہم نشین
ہے۔ ان شبہات کو ایک اور واقعہ سے تقویت ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ لارنس جب
لندن پہنچا۔ تو فوٹو گرافروں اور اخبارات کے نمایندوں کی ایک جماعت اُس کا
استقبال کر لے کے لئے موجود تھی اُس نے کسی جانب توجہ نہیں کی۔ اور ایک سٹریٹ
پر بیٹھ کر اُس طرح نکل گیا۔ کہ نہ تو فوٹو گرافر اُس کی تصویر کھینچ سکے۔ اور نہ اخبارات
کے نمائندے اُس سے بات کیسکے۔ لیکن ان لوگوں کو جب معلوم ہوا۔ کہ لارنس
قریب دسے کر نکل گیا۔ تو انہوں نے موٹروں میں بیٹھ کر اُس کا تعاقب کیا۔ ادھر
لارنس کی موٹر پیچیدہ گلی کوچوں سے گزرتی ہوئی کنسٹن کے ایک عالی شان مکان
کے سامنے جا کر رُک گئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر اترا۔ اور مکان

میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔

اس کے اس حیرت انگیز طریق عمل نے ایک شور برپا کر دیا۔ ”طوبی نیوز“ نے جو انگلستان کے مقتدر ترین جرائد میں ہے۔ ایک نہایت ہوش پرور مقالہ میں حکومت سے استفسار کیا کہ کرنل لارنس جیسے مشہور شخص کے سفر کو مخفی اور پوشیدہ رکھنے میں اس قدر اہتمام کیوں کیا گیا؟ اس نے نمائندگان جرائد کے سوالات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اپنا چہرہ کیوں ڈھانپ لیا؟ غرض کہ صرف ہندوستان میں ہی نہیں۔ بلکہ انگلستان میں بھی کرنل لارنس کے اعمال مدتوں بحث و نظر کا مرکز بنے رہے۔ اور اس کی نئی سرگرمیوں کے متعلق طویل مضامین لکھے جاتے رہے۔

فقہ افغانستان اور لارنس | یہ کہنا مشکل ہے کہ افغانستان کی بغاوت کے حقیقی اسباب و محرکات کیا تھے۔ لیکن فرانس۔ امریکہ اور جرمنی کے بعض جرائد نے

لہ اس نے ایک ولایتی اخبار کے نمائندے کے اصرار پہنچ کر کہا تھا کہ میرا نام استہ ہے اور میں لارنس کو جانتا بھی نہیں۔

تھ کلکتہ کے مشہور اخبار ”ہسٹری“ اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۹ء میں اپنے ایک نامہ نگار کا اہم مکتوب شائع کیا تھا۔ جو برلن کے ایک کثیر الاشاعت جریدہ کے بیان پر مشتمل تھا۔ اس بیان کی حسب ذیل سطور خاص طور پر قابل غور ہیں :-

اب تک انگلستان اس بات سے انکار کرتا رہا ہے کہ کرنل لارنس کی مشہور ویرا سرا شخصیت کا بغاوت افغانستان سے کوئی تعلق ہے۔ لیکن جب ہی یہ خبر شائع ہوئی کہ اس مشہور و معروف انگریزی ایجنٹ نے ہندوستان کے محکمہ پرواز میں ایک معمولی سپاہی (لاحظہ صفحہ ۹۲)

دینی زبان سے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ لائسنس اس فتنہ کا مبدع تھا۔ اور وہ انگ
جس نے جلال آباد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ لائسنس یا اسی قسم کے کسی فتنہ پرور شخص
کی لگائی ہوئی تھی +

اس شبہ کو سب سے زیادہ اس حقیقت سے تقویت ہوتی ہے کہ
بغاوت عرب اور شورش افغانستان کے فعال و خط بہت متشابہ و متماثل واقع
ہوئے ہیں جس طرح عربستان میں ترکوں کے الحاد و ذندقہ کی داستانوں کو
شہرت دی گئی۔ اسی طرح افغانستان میں شاہ امان اللہ خاں کے تفریح اور بے
دینی کے افسانوں سے عوام کے جذبہ حیت دینی کو برا نگینہ کیا گیا۔ اور علما و
مشائخ نے بالاتفاق ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا +

(بقیہ ماضیہ) کی حیثیت میں "شاہ" کے نام سے ملازمت حاصل کر لی ہے۔ باہر
حلقوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی کہ کیسی خاص مقصد کی تکمیل کرنا چاہتا
ہے۔ اب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ کرنل لائسنس جو محاربہ
عظیم کے دوران میں عربستان کے اندر برطانیہ کی عظیم القدر خداست
انجام دے چکا ہے۔ کرم شاہ کے نام سے ایک عرب ملازمین کشنوار
کے علاقہ میں رہا ہے۔ وہاں اس نے اپنے آپ کو صاحب کشف و
کرامات اور خدا ربہ بزرگ ظاہر کیا۔ اور افغان قبائل کو یہ کہہ کر
شاہ امان اللہ خاں کے خلاف برا نگینہ کیا کہ شاہ موصوف نے اسلام
کی آبرو کھودی۔ اسلامی قوانین و احکام کی خلاف ورزی کی۔ جو لوگ
ان کی پیروی کریں گے۔ انہیں اللہ تعالیٰ سزا دیگا (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۳)

بغاوت عرب کے ذکر میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بڑے بڑے املا و شیوخ
 جنہیں ترکوں کے عہد حکومت میں فاس راسخ حاصل تھا۔ بغاوت میں شریک
 تھے۔ بعض نے علانیہ سرکشی کی۔ اور جن سے یہ نہ ہو سکا۔ وہ خفیہ طور پر باغیوں
 کی امداد کرتے رہے۔ شورش افغانستان کے زمانہ میں بھی یہی ہوا۔ محمدولی خاں
 دکیل اسطنت جو شاہ امان اللہ خاں کے عہد میں سب سے زیادہ بااثر شخص
 تھا۔ باغیوں کی اعانت میں سب سے پیش پیش تھا۔ محمود سامی جو کابل کی فوج کا
 انصر اعلیٰ تھا۔ بچہ ستھ کی حمایت کا عہد کر چکا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ایسے
 بلند مرتبہ لوگ کسی خارجی اثر کے بغیر اپنے آقا و ولی نعمت سے غداری نہیں
 کر سکتے تھے۔ اب رہا غازی امان اللہ کا اتحاد و بددقت جسے بغاوت کی علت اعلیٰ

(بقیہ شاہیہ) افغانستان کے شریعت گمرانوں کی جو ۱۶ لڑکیاں بغرض حصول
 تعلیم ترکی بھیجی گئی تھیں۔ وہ کرنل لارنس کے دیا سے وہ غیر ہیں روک
 لی گئیں۔ اور انکا فوٹو لیا گیا۔ بعد میں اس فوٹو سے ایسی مصنوعی تصاویر
 تیار کی گئیں۔ جن میں ان لڑکیوں کو اس حالت میں دکھایا گیا تھا کہ
 وہ سپاہیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی ہیں۔ اسی طرح ملکہ ثریا
 کی مصنوعی تصاویر تیار کی گئی تھیں۔ جن میں دکھایا گیا تھا کہ غیر مجرم شخصہا
 ان کے ہاتھوں کو پوسہ دے رہے ہیں۔ یہ تصویریں ہزاروں
 کی تعداد میں افغانستان کے ان علاقوں میں جہاں کی آبادی بالکل جاہل
 ہے۔ اس غرض سے تقسیم کی گئیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اعلیٰ حضرت اور
 ان کی ملکہ نے اسلام ترک کر دیا۔

قرار دیا جاتا ہے۔ نقص سے کام لیا جائے۔ تو بھی ایک دور از کار فسانہ نکلے گا۔ اگر شاہ امان اللہ کے الحاد کی دلیل اُن کا مغربی لباس ہو سکتا ہے۔ اور اسے بغاوت کی علت قرار دیا جاسکتا ہے۔ تو افغانستان میں اسی دن بغاوت برپا ہو جاتی۔ جس دن امیر حبیب اللہ خان مرحوم کے خاندان کے اکثر افراد نے افرنجی لباس اختیار کر لیا تھا۔ جن لوگوں نے افغانستان کے حالات کا مائتہ ہفت نظر کیا ہے۔ اور امیر حبیب اللہ خان کے عند حکومت کے صحیح واقعات سے آگاہ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ امیر شہید کے زمانہ میں افغانوں کی نگاہیں مغربی لباس دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ جو انہیں بغاوت پر آمادہ کر دیتی +

کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خان کی نگاہوں کو مغربی جاہ و جلال نے خیرہ کر دیا۔ اور وہ سرزمین فرنگ سے عبودیت فکر کی متاع لے کر واپس لوٹے۔ لیکن اس بیان میں ذرہ بھر صداقت نہیں۔ سیاست فرنگ کے زمانہ میں جب انہیں جمعیت الاقوام میں دعوت شرکت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مشرقی اقوام کے لئے ایک علیحدہ جمعیت کا قیام چاہتا ہوں۔ مشرق و مغرب کی روایات اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں۔ اور اُن کے مقاصد میں اتنا بُعد ہے کہ وہ ایک مجلس میں پہلو پہلو بیٹھ نہیں سکتے۔ جس شخص کو اپنی مشرقیت کا اتنا پاس ہو۔ اس پر مغرب پرستی کا الزام لگانا صریح ظلم نہیں تو اُتر کیا ہے؟

لاول ٹامس | لائسن کا سوانح نگار لاول ٹامس جو دت تک اس کے ساتھ رہے میں اسے یہ رشتواریوں کی بنیاد سے کچھ عرصہ پہلے افغانستان کی سیاست

کر چکا تھا۔ لاول ٹامس کی سیاحت کے واقعات جب اخباروں میں شائع ہوئے تو لوگوں نے اس سے یہی نتیجہ نکالا کہ لاول کا یہ سفر لارنس کی سرگرمیوں سے کوئی خاص تعلق رکھتا ہے۔

لیکن لاول ٹامس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا سفر بالکل غیر سیاسی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ عرب میں بھی اس لئے گیا تھا۔ تاکہ بغاوت کے سربراہ اور وہ رہنماؤں اور اہم مقامات کی تصویریں حاصل کرے۔ اور افغانستان کی سیاحت کا بھی یہی مقصد تھا کہ اس ملک کے صحیح حالات سے اہل مغرب کو روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ اُس نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو اُس کے واقعات سفر اور افغانستان کے طرز حکومت اور معاشرت پر مشتمل ہے۔

بہر حال یہ امر قرین قیاس ہے کہ فتنہ افغانستان کسی حد تک خارجی اثرات کا رہین منت تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اُس سے کرنل لارنس کا واقعی کوئی تعلق تھا۔ اس باب میں ہم قدر قیاس آرائیاں کی گئی ہیں تسامح سے بری نہیں۔ اور اس نوع کا کوئی قطعی ثبوت موجود نہیں جس کی بنا پر لارنس کو بغاوت افغانستان کا ذمہ دار قرار دیا جاسکے۔

ایسے واقعات عوام کے ذوق افسانہ نگارانی کے لئے ایک عمدہ موقع ہوتا کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لارنس کے اعمال کے متعلق اخبارات میں متعدد مضامین شائع ہوئے جن میں واقعت سے زیادہ افسانہ کا عنصر تھا۔ ان مضامین کی تردید میں سول ایڈیٹری گزٹ اور دوسرے جرائد نے جو مضامین لکھے۔ وہ بھی کم مضحکہ خیز نہیں تھے۔ چنانچہ سول نے کرنل لارنس اور کرم شاہ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

پیر کرم شاہ کا قد لائس سے بارہ انچ لمبا ہے۔ لائس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ سول کی روایت کے مطابق پیر کرم شاہ کا قد چھ فٹ ساڑھے پانچ انچ ٹھہرا +

جنوری ۱۹۲۵ء میں اخبارات نے ایک شخص ڈاکٹر ہیولاک نام کا طویل بیان شائع کیا جس کا لٹھس یہ تھا۔ کہ افغانستان کے قبائل کو دو شخص برائے فخر کر رہے ہیں۔ ان میں ایک روس کا مشہور جاسوس ٹریش نلکس ہے۔ اور دوسرا کرنل لائس۔ لائس نومبر کے تیسرے ہفتے میں کابل پہنچا اور شاہ امان اللہ خاں اور وزیر جنگ سے ملاقات کر کے غائب ہو گیا +

ہیولاک کے بیان کی طرح اوہ بھی اکثر بیانات اخباروں میں شائع ہوئے جن میں سے اکثر سچے مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں۔ بہر حال فتنہ افغانستان سے لائس کا تعلق جو یا نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ شہزادیوں کا فتنہ حکومت سے دب نہ سکا۔ بغاوت سارے ملک میں پھیل گئی۔ شاہ امان اللہ خاں قندھار چلے گئے۔ پوچھا جو ایک معمولی رہزن تھا۔ تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ کابل پر تصرف ہو گیا۔ اور شاہی فوجیں منہ بکھتی رہ گئیں۔ زمانہ نے وہاں بھی آٹا۔ کہ شاہ امان اللہ نے دل برداشتہ یورپ کا غم کیا۔ پھر ستھائی قوت کو زوال ہوا اور آخر کار جنرل نور خاں اور شاہ کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھ گئے + اور ^{۱۹۲۵ء} ^{۱۹۲۵ء} لائس کے موجودہ مشاغل لائس آج کل کہاں ہے؟ ایک بیان ہے کہ وہ پھر صحرا سے عرب میں داخل ہو گیا ہے بعض لوگ فلسطین کے اضطراب اور تحریک

۱۰ لائس نے اپنی نظری گزٹ باجٹ ۱۹۲۵ء

سیونیان سے بھی اس کا تعلق بتاتے ہیں۔ ایک اور اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ترکی کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ترک نظام نے اسے روک دیا۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع ہے کہ لارنس کو ترک حکام نے گرفتار کر لیا۔ لیکن ان اطلاعات میں کوئی جی قابل یقینہ دو توف نہیں اور قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ لارنس کہاں ہے۔ اور اس نے آجکل کس ملک کو اپنی جولانگاہ بناد رکھا ہے +



لے لاول ٹامس کا بیان ہے کہ میجر مارشل لارنس کے ہر راز سے باخبر تھا۔ اور اگر وہ نہ تو رہتا تو لارنس یقیناً اسے اپنے مشاغل سے مطلع کرتا رہتا۔ لیکن کچھ عرصہ ہوا کہ وہ فوت ہو گیا۔ اس کا انتقال ہو گیا۔ اور دنیا لارنس کے حالات معلوم کر کے اس خبر سے بھی محروم ہو گئی۔

سترھواں باب

لائس کی سیرت پر ایک اجمالی نظر

لائس اپنی ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کوئی باوقار شخص نہیں۔ اور
 یہی وجہ ہے کہ لوگ اُسے دیکھ کر اُس کے خصائص سیرت کے متعلق کوئی صحیح اندازہ
 نہیں کر سکتے۔ اُس کا قد پانچ فٹ ساڑھے پانچ انچ ہے۔ اُس کے گورے رنگ
 سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُس نے اپنی عمر کا ایک حصہ عرب جیسے ملک میں جہاں شہ
 کی گرمی پڑتی ہے بسر کیا ہے۔ اُس کی آنکھیں نیلی ہیں۔ جو ہم حرکت کرتی ہتی
 ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ٹانگیں جسم کے بالائی حصہ کے مقابلہ میں چھوٹی
 اور حقیر نظر آتی ہیں۔ اُس کا سر بہت بڑا ہے۔ وہ عام طور پر ہاتھ سینہ کے نیچے باندھ
 لیتا ہے۔ اور سر جھکا کر چلتا ہے۔ غرض کہ وہ جاہست ظاہری کے اس فقدان نے اُس
 کی حقیقی عظمت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح نہیں جانتے۔ اُسکی
 وضع قطع سے ہمیشہ اُس کے متعلق غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں۔ امریکہ کے ایک جید
 محقق نے ایک مرتبہ اُس کے متعلق لکھا کہ لائس اپنے چہرہ سے سرکشی کی ایک ناز میں
 رفاقت معلوم ہوتا ہے۔

[ناواٹا] اولی تو لارنس کی صورت اُس کی سیرت کی پردہ دار واقع ہوئی ہے۔ اور پھر وہ ہمیشہ یہی سعی کرتا ہے کہ اُس کا وجود دنیا کے لئے ایک معنی بنارہے۔ وہ اپنے آپ پر ایک نیم بد پوشی کی سی کیفیت طاری کر لیتا ہے۔ اُس کی ہر ادا سے حماقت مترشح ہوتی ہے۔ اور دیکھنے والے اُسے ایک سادہ لوح شخص سمجھ لیتے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کی ذکاوت طبع کے واقعات کتابوں میں پڑھے ہیں۔ اُس سے ملتے ہیں۔ تو یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ لارنس جس نے عرب کے سرکش قبائل کو رام کر لیا تھا۔ اس خاموش اور سادہ لوح انسان سے بالکل مختلف ہے۔ لوگوں کو اپنے متعلق ایک غلط خیال میں مبتلا کر دینا اُس کے مخصوص مشاغل کے لئے نہایت مفید ہے لیکن جب وہ چاہتا ہے۔ عوام کو اپنی شخصیت سے مرعوب کر دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ وارفتگی اور بے خودی کا نقاب اُلٹ دیتا ہے۔ اور وہ لوگ جو چند لمحہ پیشتر اُسے ایک ناقابل التفات انسان سمجھتے تھے۔ ایک بیک مسوہ ہو جاتے ہیں +

لارنس کا ایک وصف خاص اُس کی کم گوئی ہے۔ وہ اکثر خاموش رہتا ہے اور جب بولتا ہے تو مختصر جملوں میں اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے۔ اُس کے لبوں پر ہمیشہ ایک خفیف سی مسکراہٹ دکھائی دیتی ہے۔ بعض اوقات خندہ دند ان نما کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اُسے بہت کم قہقہہ ادا کر سکتے دکھا گیا ہے + وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر بالکل شرب پند نہیں کرتا۔ کھانے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں اُس کی غذا نہایت مختصر اور سادہ ہے عام طور پر صرف روٹی اور کھن پزندگی بسر کرتا ہے۔ وہ شراب پر سادہ پانی کو ترجیح

دیتا ہے۔ رابرٹ گریوز کا بیان ہے کہ لارنس ایک مرتبہ مجھ سے ملنے آیا میں نے اُسے ناشتہ میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔ بن میں مجھے معلوم ہوا کہ اُس نے چہار شہرہ سے شہید تک کھانا نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں اُس نے صرف تھوڑی سی مٹھائی اور ایک نارنگی کھائی تھی۔ اور چائے کا ایک پیالہ پیا تھا +

سورنے کے اوقات کے بارہ میں بھی وہ زیادہ پابند نہیں۔ اودھی رات کے بعد اُس پر غنودگی سی طاری ہوتی ہے۔ اور بہت دیر تک نیم بیداری کے عالم میں پڑا رہنے کے پورہ کہیں سوتا ہے۔ وہ جلسوں اور میلوں میں شرکت کا خواہ نہیں اور عموماً اپنا دائرہ ملاقات وسیع کرنے سے متبرکت رہتا ہے۔ اُس کے پاس سیکڑوں خط و آستے ہیں لیکن ان میں سے بہت کم قابل التفات سمجھے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ مددِ حبِ نفس و کمال ہے۔ تو وہ اُس سے ضرور ملاقات کر کے استفادہ کرنے کی کوشش کرے گا +

محب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ اس طرح اُس کے پُرانے دوست بھی بعض اوقات اُسے نہیں پہچان سکتے۔ اسی طرح وہ بھی اُنہیں نہیں پہچانتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کو بھی پہچان نہیں سکتا +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس کے قلب میں کسی شخص کے لئے محبت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ عورتوں سے اُسے کوئی اُنس نہیں۔ اور اگرچہ انکلتان کی حسین ترین لڑکیوں کی یہ تمنا ہے کہ اُنہیں لارنس کی رفیقہ حیات بننا نصیب ہو جائے۔ لیکن لارنس خُسِ لطیف میں کوئی کششِ خُروس نہیں کرتا۔ اور جو لوگ اُسے اچھی طرح جانتے

ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ وہ اپنی وارستہ مزاجی کی بدولت ازدواجی زندگی کے فرائض سے عمدہ برہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

غرض کہ لائس کے صرف وہ اعمال ہی حیرت انگیز نہیں جن سے تاریخ کے اولیٰق مہاناک ہیں۔ بلکہ اس کے ذاتی حالات۔ عادات و خصائل بھی ایک مہر نفسیات کے لئے مستقل غور و فکر کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں۔

علی استعداد ہم اس کتاب کے آغاز میں لائس کی علمی استعداد کا ذکر کر چکے ہیں۔

اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اور قرون وسطیٰ کے مسیحی مجاہدین کے کارناموں کے علاوہ نند حاضر کے بڑے بڑے کارآمد مودہ جرنیلوں کے حالات بھی اس کے دائرہ علم و نظر سے باہر نہیں لیکن وہ بڑے بڑے کشور کشاؤں سے بھی کوئی خاص عقیدت نہیں رکھتا۔ عوام کا قاعدہ ہے۔ کہ بعض لوگوں کو ان کی جلالت۔ قدر۔ عظمت اور غیر معمولی شہرت کی بنا پر فوق الفطرۃ انسان سمجھ لیتے ہیں لیکن لائس کی یہ کیفیت نہیں۔ یوں کہنا چاہئے کہ وہ شخصیت کے بتوں کی پرستش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے کارناموں نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا ہے جو اس سے اپنا مہبود سمجھتا ہے۔ اور اس سے اسی نوع کی والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔

لائس شاعر بھی ہے۔ فلسفی بھی اور مورخ بھی۔ وہ کئی زبانوں میں مہارت رکھتا ہے۔ اور فرانسیسی اطالوی ہسپانوی۔ جرمن مہارت عصفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ ہالینڈ اور ناروے کی زبانوں میں بھی اسے درخور ہے۔ اور کسی قدر اردو بھی بول سکتا ہے۔

لائس معتقد کی حیثیت میں لائس کو دنیا ایک معتقد کی حیثیت سے بھی جانتی ہے۔

اُس نے دو کتابیں لکھی ہیں ”سیون پلرز آف وزڈم“ اور ”ریولوشن ان دی ڈورٹ
یہ دونوں اُس کے مشاہدات اور بغاوت عرب کے حالات پر مشتمل ہیں۔ سیون پلرز
آف وزڈم کے دس حصے ہیں۔ اُس نے فروری ۱۹۱۹ء میں اُسے بمقام پیرس
لکھنا شروع کیا۔ اور جون تک سات حصے لکھ ڈالے۔ اُس کی تمہید کا آغاز اُس نے
تھامس کے فضائی سفر کے دوران میں کیا تھا۔ لندن میں اُس نے اس کا آٹھواں
حصہ لکھا۔ لیکن دسمبر ۱۹۱۹ء میں کسی نے کتاب کا مسودہ چھال لیا۔ چور کا کوئی سراغ
نہیں مل سکا لیکن اُس کے دوستوں کا خیال ہے کہ اس چوری میں سیاسی اغراض
پہاں تھیں۔

جب اُس نے دوبارہ کتاب لکھنا شروع کی۔ تو اکثر یادداشتیں تلف
ہونے لگی تھیں۔ حافضہ کہاں تک کام دیتا لیکن کریڈل ڈاٹی جس نے دونوں مسودے
دیکھے ہیں۔ لکھتا ہے کہ ایک باب تو ایسا ہے جو حرف بحرف مسودے سے ملتا ہے۔ لانس نے پوری کتاب
تین ماہ میں کچھ ڈالی۔ لیکن عرصہ تک اسکی اصلاح اور کانٹ چھانٹ ہوتی رہی۔ اور اس طرح یہ کتاب
۱۹۲۰ء میں مکمل ہوئی۔ کتاب میں جا بجا ترکول پر حملے کئے گئے ہیں۔ اور بعض مقامات نہایت خوش
زیر۔ اس کی تحریر میں انگلستان کے بعض مشہور انشاپردازوں کی اعانت بھی شریک
مندی۔ کتاب میں تصاویر کا خاص اہتمام کیا گیا ہے لیکن اس کی صرف ایک سو جلدیں
چھپوائی گئیں جن پر تیرہ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔ اور لانس کو دس ہزار پونڈ کا خسارہ
اٹھانا پڑا۔

یہ کتاب کیا ہے۔ اور میری نظر سے نہیں گزری تھی اسکے متعلق رابرٹ گریو کی کتاب ”لانس اینڈ
ایس“ سے کس قدر معلومات حاصل ہوئی ہیں لیکن ریولوشن ان دی ڈورٹ کتب فروشوں کے اہل علم ہی کو

”ریوولٹ ان دی وڈرٹ“ میں لجاوٹ عرب کے حالات نہایت سادہ زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں اور یوں کے رسم و رواج اور اسلامی ممالک کے جزائریاتی حالات کی نسبت لارنس کی معلومات نہایت وسیع ہیں۔ یہ کتاب زیادہ کامیاب ہوئی +

مذہبی عقاید | لارنس کے مذہبی عقاید کے متعلق بھی عجیب و غریب آراء ظاہر کی جا رہی ہیں کسی زمانہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے عربوں میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے اپنے مسیحی عقائد کا اخفا ہی مناسب سمجھا ہو مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ پولین نے بھی ایک موقع پر اسلام اور پیغمبر اسلام سے اپنی عقیدت ظاہر کی تھی۔ لیکن موشن کا بیان ہے کہ اس کا فیصل بعض سیاسی مصالح پر مبنی تھا لارنس کی اسلام دوستی بھی تقریباً یہی حیثیت رکھتی ہے +

لارنس اسلامی تعلیمات سے باخبر ہے لیکن اس کا علم نہایت سطحی واقع ہوا ہے اس کا بیان ہے کہ اسلام کا خدا ستر اسیریکہ قہر و جلال ہے۔ چنانچہ جب اس نے ایک مرتبہ ایک عرب کو خدا کے حمد و کرم اور اذیت و محبت کا ذکر کرتے سنا تو اسے بے حد تعجب ہوا۔ اسے ہمیشہ یہ خیال رہا کہ مسلمانوں کے ذہن میں خدا کی وہی صفات ہیں جن کا تعلق اس کے قہر و جلال سے ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اسی غلط عقیدہ کے باعث اس نے اسلام قبول کیا ہو کیونکہ ہر مسیحی کا عقیدہ ہے کہ ”خدا محبت ہے“ لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ لارنس کوئی پابند مذہب مسیحی ہے۔ وہ اس دور

لارنس نے ”ریوولٹ ان دی وڈرٹ“ میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے +

کے عالم مسیحیوں کی مانند ہے جن کے عقائد پر الحاد غالب آچکا ہے +
 لارنس کو عربوں کی تاریخ عروج و زوال سے بھی واقفیت ہے کیونکہ جب
 اُس نے صحرائے عرب کے مختلف قبائل کو ہتھ کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت
 پر آمادہ کرنا چاہا۔ تو اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ عربوں کو اسلاف کے
 کارنامے سن کر غیرت دلائی جائے۔ اور کہا جائے کہ جو قوم اُن پر حکومت کر
 رہی ہے۔ وہ اُن پر کسی حیثیت سے نفوق اور برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اُس
 نے عربوں سے کہا کہ اسے فرزند ابن اسمعیل تم میں نبی عربی صلعم پیدا ہوئے۔
 تم قرآن کے مخاطب اولین ہو۔ تم نے مشرق و مغرب کے ظلمتکدوں میں شمع
 علم روشن کی۔ تم نے یونانیوں۔ ایرانیوں۔ اور مصریوں کے مرہوم کو زندہ کیا۔
 کیا تمہاری غیرت گوارا کرتی ہے۔ کہ ملحد ترکوں کے حلقہ بگوش رہو؟
 مفاخرت عرب کا امتیازی وصف ہے۔ اگرچہ اسلام نے جاہلیت کے
 انداز تفاخر کو مٹا دیا لیکن مفاخرت تکلفی طور پر نہ مٹ سکی۔ آج بھی عرب جب فخریہ
 قصاید پڑھتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تلواروں کی بجلیاں کو نہ رہی ہیں۔
 لارنس عربوں کی اس خصوصیت سے آگاہ تھا۔ اس لئے اُس نے اس جذبہ مفاخرت
 سے فائدہ اٹھانے کی پوری سعی کی۔ اور اُن کے مذہبی اور نسلی فخر و اذعان کو حرکت میں
 لا کر اس بنیاد میں جسے جاہل حریت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ شریک ہونے پر
 آمادہ کر دیا۔ عہدہ ابن ابوطانی ایک صاحب اہل و عاشق تھا۔ جسے لارنس سے بیحد
 اُنس تھا۔ اس اُنس کی وجہ یہ تھی کہ لارنس کی گفتگو ہمیشہ اس کے مذاق کے مطابق
 تھی۔ لہذا وہ اس نے اپنی کتاب میں جا بجا لارنس کی ان سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے +

ہوتی تھی +

معلوم ہوتا ہے کہ لارنس عربیوں کے خصائص و عادات اور رسوم سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اُس کی یہی خصوصیت عربوں کی شیفتگی اور گرویدگی کا باعث ہوئی وہ عربی نہایت صفائی اور روانی کے ساتھ بول سکتا ہے۔ اور اگرچہ اُس کی زبان میں حجازیوں کی سی فصاحت تو نہیں۔ لیکن کم از کم مخاطب اُس کی باتیں سن کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ شامی عرب ہے۔ فیصل نے اُسے اپنے رفقا کے ساتھ ایک شامی عرب کی حیثیت سے روشناس کرایا تھا۔ زبان بہتیرے سے راز فاش کر دیا کرتی ہے۔ اگر اُسے عربی بولنے پر پوری قدرت نہ ہوتی۔ تو عربوں پر اُس کا فریخی الاصل ہونا فوراً ظاہر ہو جاتا +

لارنس بغاوت عرب کے زمانہ میں عربی لباس پہنتا رہا۔ لاول ٹامس نے اُسے پہلی مرتبہ جب عبا اور عقال پہنے ہوئے دیکھا۔ تو اُس نے اسے کوئی عرب ٹھہرا دیا سمجھا۔ جنگ عمومی کے خاتمہ کے بعد جب فیصل انگلستان آیا۔ اور ملک معظم نے اُسے قصر بکنگھم میں شرف باہر بانی تختہ تولا لارنس عربی لباس پہنے اُس کے ہمراہ تھا۔ انگلستان کا ایک مقتدر بادشاہ لارنس کو اس لباس میں دیکھ کر بہت ناراض ہوا۔ اور کہا کہ کرنل لارنس تمہیں یہاں اس غیر ملکی لباس میں نہیں آنا چاہئے۔ لارنس نے جواب میں کہا۔ جناب جب ایک شخص کے دو آقا ہوں۔ اور اُسے ان دونوں میں سے ایک کو ناراض کرنا پڑے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنے آقا کو ناراض کرے جو زیادہ طاقتور ملہ لاول ٹامس جس نے لارنس کے حالات پر سب سے پہلے ایک کتاب لکھی۔ بغاوت کے زمانہ میں عربستان میں رہ کر متحرک تصاویر فراہم کرتا رہا +

ہو۔ میں یہاں اپنے آقا امیر فیصل کے ترجمان کی حیثیت سے آیا ہوں۔ اس لئے
میں نے اُس کی فوجی وردی پہن رکھی ہے +

ذہانت | لارنس نہایت ذہین اور طباع شخص ہے۔ اور اُس کا حافظہ نہایت
قوی ہے۔ جس زمانہ میں وہ قاہرہ میں تھا۔ ایک مرتبہ اُس کے اعلیٰ افسر نے
اُس سے پوچھا کہ ترکوں کا اکتالیسواں ڈویژن کہاں ہے۔ لارنس نے جواب
دیا کہ حلب کے قریب فلاں مقام پر۔ افسر نے پوچھا کیا تم نے اس کے متعلق
یادداشت رکھ لی ہے۔ اُس نے جواب دیا نہیں۔ افسر نے درخت سجیس پوچھا
کیوں؟ لارنس نے کہا یہ تمام تفصیل میرے ذہن میں محفوظ ہیں +

بغاوت عرب کی ساری تاریخ لارنس کی غیر معمولی ذہانت کے واقعات
سے ملو ہے جب وہ عربستان میں پہلے پہل وارد ہوا۔ تو اُسے بتایا گیا تھا
کہ عبد اللہ کی بدولت بغاوت بڑے کار آئی ہے۔ اور اُس میں یہ صلاحیت ہے کہ
وہ ترکوں کو اس ملک سے نکال دے۔ لیکن اُس نے شریف کے چاروں بیٹوں
سے یکے بعد دیگرے ملاقات کرنے کے بعد بغاوت کی قیادت کے لئے فیصل کو منتخب
کیا۔ واقعات شاہد ہیں کہ اُس کا یہ انتخاب صحیح تھا۔ اور فیصل واقعی سیاست فہمی
اور بہیر دانی میں اپنے تمام بھائیوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ اسی طرح جنگ سے قبل
ہی اُس نے اہمار و قرائن کی بنا پر یہ رائے قائم کر لی تھی۔ کہ منقریب ایک عالمگیر جنگ
چھڑنے والی ہے +

علی حسین کے برہنہ ہوا، عبد اللہ شرق اردن کا امیر تسلیم کیا گیا۔ اور انگریزوں نے فلیپ کو
امیر شیعہ و قریہ فیصل شام کا بادشاہ بنایا گیا۔ اور یہ نے اپنے باپ کی رفاقت اختیار کی +

ہے۔ اور اس فن کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اُس کی نگاہ سے مخفی رہ گیا ہو۔ مزید برآں عرب قبائل کی جنگ کا طریقہ فرالا ہے۔ اُن سے لارنس ہی کام لے سکتا تھا۔ شاید دورِ حاضر کا کوئی بڑے سے بڑا جنرل بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ صحرائے عرب میں لارنس کے ساتھ پکارا آؤں ہو سکے۔ اس عہد میں مارشل فوش کو بہت بڑا ماہر فن حرب کہا جاتا ہے۔ جنگ عمومی کے بعد جب لارنس بوڑھے سپہ سالار سے پیرس میں ملا، تو اُس نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ شام میں عنقریب فرانسیسوں اور عربوں کے درمیان ہنگامہ کار زار گرم ہونے والا ہے۔ کیا تم عرب عساکر کی قیادت کرو گے؟ لارنس نے جواب دیا کہ اگر آپ بغض نفیس فرانسیسی فوجوں کی کمان کریں تو میں بھی عربوں کی قیادت کر کے اس معرکہ سے لطف اندوز ہوں گا۔ مارشل فوش نے کہا۔ میں تم سے مقابلہ کر کے اپنی اُس شہرت پر پانی نہیں پھیرنا چاہتا۔ جو میں نے مغربی محاذ جنگ کے معرکوں میں حاصل کی ہے۔

ایک کامیاب جرنیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ غنیمت کی نقل و حرکت سے پوری آگاہی رکھتا ہو۔ اس معاملہ میں کوئی قابل سے قابل جرنیل بھی لارنس کا حریف نہیں ہو سکتا۔ جب وہ مصر میں تھا تو اُس کے سپرد یہ خدمت تھی کہ ترک عساکر کے متعلق صحیح معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ اُسے معلوم تھا کہ فلاں ڈویژن فلاں مقام پر ہے اور فلاں ڈویژن فلاں مقام پر۔ اور تو اور چھوٹے چھوٹے دستوں کی نقل و حرکت کے متعلق وہ معلومات فراہم کر لیتا تھا۔ اور کوئی جزئی سے جزئی واقعہ ایسا نہیں تھا۔ جو اُس کے دائرہ نظر سے باہر نہ گیا ہو۔ ایک مرتبہ قاہرہ میں دو جرنیل ترک عساکر کی نقل و حرکت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا فلاں ڈویژن فلاں

مقام پر پہنچ گیا ہو گا۔ لارنس پاس ہی کھڑا سنتا تھا۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا: نہیں صاحب یہ قطعاً غلط ہے۔ راستے خراب ہیں۔ ذرائع رسل و رسائل محدود۔ اس ڈویژن کا جرنیل نہایت حسرت اور کاہن انسان ہے۔

’ترک فوج کے متعلق جو اس نے یادداشتیں مرتب کیں۔ وہ بامیت کے اعتبار سے اپنی فطرت آپ میں۔ مثلاً اگر وہ کسی ترک و سنہ کے متعلق یادداشت سپر قلم کرتا تھا۔ تو اس کے افسر کے ذاتی حالات تک ضبط تحریر میں آتا تھا۔ اس کی یادداشت کا انداز یہ ہوتا تھا:۔

جنرل عبدالحمود ڈویژن فبر — کا کمانڈنگ افسر لٹالیانی ہے۔
— اسے تپ دق کا مرض ہے۔ نہایت قابل افسر ہے۔ توپ اور ہندو کی لڑائی میں اسے مہارت حاصل ہے۔ لیکن انسانی حالت نہایت پست ہے۔ رشوت لینے میں آسے کوئی دریغ نہیں۔“

’دوسرے افسر۔ ان یادداشتوں کو غیر ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن درحقیقت ان سے انگریزوں کو بہت مدد ملی۔ اور انہوں نے اس قسم کے تمام ترک افسروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ بلا لیا۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ اگر لارنس نہ ہوتا۔ تو بغاوت عرب کبھی کامیاب نہ ہوتی اور آج مشرق کا نقشہ بالکل مختلف نظر آتا۔ جنگ عظیم میں انگریزوں کی کامیابی کے دو بڑے اسباب تھے۔ مغرب میں، نہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی اعانت کے باعث کامیابی ہوئی اور مشرق میں آن کی فتح کار از بغاوت عرب میں مندرجہ ذیل کمنا پیسے کہ مشرق میں اتحادیوں نے تنہا لارنس کی بدولت ترکوں کے مالک

محرورہ پر قبضہ کر لیا +

یہ کہنا مشکل ہے کہ لارنس کو بناوٹ عرب میں حصہ لینے اور ترکوں کو عربوں کے خلاف براہِ گینہ کرنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا۔ لارنس سے پہلے داتس نام ایک جرمن جاسوس نے جنوبی ایران کے قبائل کو حکومت ایران کے خلاف براہِ گینہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس کا مقصد یہ تھا کہ ایران میں انگریزوں کے اقتدار کو شکست دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ لارنس نے داتس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کی ہو +

لارنس نہایت مخفی اور جھاکش شخص ہے۔ صحرائے عرب میں جہاں منزلوں ریت کے تو دوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اور بادِ سموم کے جھونکے دو قدم چلنا بھی ناممکن کر دیتے ہیں۔ بناوٹ کو کامیاب بنانا لارنس کا ہی کام تھا۔ عقبہ پر حملہ کرنے سے پیشتر وہ کئی دن تک جلتی ریت پر ننگے پاؤں دوڑتا رہا۔ عقبہ کے طویل سفر میں عودہ ابن ابی طائی جیسے جھاکش لوگ جو صحرائی آب و ہوا کے عادی تھے یہ منہل کھائی دیتے تھے۔ لیکن لارنس اسی طرح چاق و چوبند تھا +

شجاعت لارنس کی شجاعت۔ بے خوفی اور مردانگی کے متعلق کئی حکایتیں مشہور ہیں۔ ایک مرتبہ قبیلہ نفیس کے چند شہسواروں نے اُس پر حملہ کیا۔ اُس وقت لارنس کے ہمراہ صرف ایک شخص تھا۔ لارنس نے انہیں آتے دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ حملہ آوروں کو اُس کے اطمینانِ خاطر نے متحیر کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھا کہ اس کے ہمراہ کوئی بہت بڑی جمعیت ہے۔ وہ ابھی اسی تخت میں تھے کہ لارنس موقع پا کر منہل گیا +

لارنس کے خباثت سیرت میں اس کا ذوق تخریب و ہلاکت بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تسخیرِ عقبہ کے بعد اس کی زندگی یک بیک بیدار خیر بن جاتی ہے۔ اور وہ لوگوں کو ہلاکت کی دعوت عام دیتا نظر آتا ہے۔ شام کی صبح میں اس نے ترک عورتوں اور بچوں کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے سفاکانہ اعمال کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کائنات کی ساری درندگی ایک وجود میں جمع ہو گئی ہے۔ اور دنیا کی تمام سبلی قوتوں نے ایک انسانی پیکر میں پناہ لے لی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک موقع پر اپنے ایک دوست سے کہا تھا :-

”میرے نزدیک وہ منظر نہایت پراثر اور دلاویز تھا۔ جبکہ ایک گھڑابی جو ترک سپاہیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ڈائنامیٹ کے زور سے بالائے ہوا جانی پھٹی“

لیکن بعض اوقات ابنائے جنس کے مصائب پر اس کا دل کھل جاتا ہے شام میں فرانسیسی وحشیوں نے جو مظالم برپا کئے۔ ان کی روداد سن کر لارنس کو بے چارہ قلق ہوا۔ انہیں دونوں فرانس کے ایک کتب فروش نے اسے لکھا کہ میں آپ کی کتاب ”ریلوے ٹولٹ ان دشی ڈزرت“ کا فرانسیسی ترجمہ شائع کرنا چاہتا ہوں۔ لارنس نے جواب دیا کہ میں اس شرط پر یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ کتاب کے صفحہ اول پر یہ الفاظ تحریر کئے جائیں۔ کہ اس کتاب سے جس قدر روپیہ حاصل ہو گا اس سے اُن شامیوں کی اعانت کی جائے گی جن پر فرانسیسیوں نے ستم توڑا ہے۔ جن دونوں وہ وادی فرات میں ہو گرتھ کے ساتھ تھا۔ ایک جرمن پرنس نے کسی عرب مزدور کو روٹے سے پٹیا۔ لارنس کو معلوم ہوا تو اس نے جرمن کو بغیر روٹے اس کو

کا سبب دریافت کیا۔ انجیر نے جواب دیا۔ آپ رہنے دیجئے۔ ان لوگوں سے اسی نوع کا سلوک مناسب ہے۔ لارنس نے کہا کہ یا تو اس مزدور سے معافی مانگ لو۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح کوڑے سے پیٹونگھا۔ پہلے تو جرمن انجیر نے نہ مانا۔ لیکن لارنس کے تیور دیکھ کر عاقبت الامر اس نے معافی مانگ لی +

اسی طرح اس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک افسر دو سپاہیوں کو سخت بھرت کہہ رہا ہے۔ وہ قریب پہنچ کر سننے لگا۔ افسر کہہ رہا تھا "احمقو۔ تم نہیں جانتے کہ میں بھرتوں۔ تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا۔ اب اسی طرح میرے پاس سے گزرو اور مجھے سلام کرو۔ وہ اس حکم کی تعمیل کر کے رخصت ہونے لگے تھے۔ کہ افسر نے انہیں روک کر کہا تم نے سلام کرنے میں غلطی کی ہے۔ پھر سلام کرو۔ انہوں نے پھر تعمیل کی۔ یہ دیکھ کر لارنس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا "مجوزہ اٹھو تم ایک ضروری بات بھول گئے ہو؟"

بجز اسے پہچانتا تو نہیں تھا۔ لیکن لارنس کے انداز کلام اور اس کی وہ دہی سے اس نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کوئی اعلیٰ افسر ہے۔ لارنس نے کہا "مجھ کو یہ بھول گئے۔ کہ جس افسر کو سلام کیا جاتا ہے۔ اسے بھی جواب میں سلام کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے تمہیں سلام کیا ہے۔ تم اب انہیں سلام کرو" افسر نے مجبوراً سلام کیا۔ لارنس نے پھر کہا "انہوں نے تمہیں دو مرتبہ سلام کیا ہے۔ تم بھی دو بارہ سلام کرو" یہ مجھ نے حکم کی تعمیل کی اور دونوں سپاہی خوش ہو گئے +

اس لارنس کی خوش بسی اور زندہ ولی کے شعلے بھی بتیرے واقعات مشہور ہیں۔ جنہیں ہم نے بخیر نواالت قلم انداز کر دیا ہے +

باایں ہمد لانس شہرت کا جو یا نہیں سکتا ۱۹۱۹ء میں جب انگلستان کے جائز
میں اس کے متعلق اکثر مضامین شائع ہوئے۔ تو تقریباً پچاس لڑکیوں نے
اس سے شادی کی تمنا ظاہر کی۔ اس واقعہ نے اسے زیادہ عزت پسند بنا دیا
لانس چاہتا تو وہ کوئی بڑے سے بڑا عمدہ حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی
خدمات کا کوئی صلہ نہیں لینا چاہتا اس کے کارناموں نے اس کے مذاہب
کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کر دی ہے۔ جس میں برطانیہ کے بڑے
بڑے اکابر و عابد شامل ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ یہ چاہا تھا کہ لانس کو کسی
مشرقی نوآبادی کا گورنر مقرر کر دیا جائے۔ لیکن لانس کی بے نیازی اور استغنا
کے پیش نظر انہیں یہ خیال ترک کر دینا پڑا۔

لانس کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت جو اس کی اسلام
دشمنی کے باوجود ہمیں اس کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہی
ایثار پرستی ہے۔ اس نے عربستان میں، برطانوی تسلط و اقتدار کی خاطر جو عظیم الفداء
خدمات انجام دیں۔ ان میں نفسانی اغراض کا شائبہ تک نہ تھا۔ محاربہ عمومی کے
بعد جب وہ شاہ جابر جیم کے حضور میں پیش ہوا۔ تو اس نے یہ کہہ کر اپنے تمام تفسے
واپس کر دیئے کہ حکومت نے عربوں سے ایفائے عہد نہیں کیا۔ اس لئے میں
مناسب نہیں سمجھتا کہ ان تمغوں کو اپنے پاس رکھوں +

ممکن ہے کہ عربوں سے جو یہ عہد ہی کی گئی۔ اس نے لانس کو اپنے اس
نظم میں کہ وہ کوئی اعزاز قبول نہیں کرے گا۔ راسخ کر دیا ہو۔ لیکن اس اسادہ کی
سب سے بڑی وجہ اس کا جذبہ ایثار ہے۔ اور اگر وہ کوئی اعزاز قبول کر لیتا۔ تو

آج اُس کا نام بھی انہیں لوگوں کی فرست میں ہوتا۔ جنہوں نے صلہ کی تمنا میں شہر اور عزت کی امید پر خدمات کیں۔ اور اگرچہ یہ تمنا پوری ہو گئی۔ لیکن انہیں کوئی حقیقی عظمت حاصل نہیں ہو سکی +

لارنس کا مقابلہ لارڈ کرزن سے کیجئے۔ جس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اُسے انگلستان کا وزیراعظم بنا دیا جائے۔ اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور اس کا کامی نے اُس کی زندگی تلخ کر دی۔ لارڈ کرزن کی خدمات سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ اُس کا شمار برطانیہ کے اُن محسنوں میں ہے۔ جنہوں نے اپنی ساری عمر اپنے وطن کو سر بلند دیکھنے کی کوشش میں صرف کر دی۔ اور بظاہر لارنس کو جو برطانی فوج کا ایک معمولی کرنل ہے اُس سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ لیکن سچ پوچھئے تو لارنس کی عظمت حقیقی عظمت ہے۔ لارڈ کرزن کی جلالت قدر، اُس کی عظمت کے سامنے سچ نظر آتی ہے +

آج لارنس تمام اعزازات سے قطع نظر کر کے دنیا کے کسی نامعلوم گوشہ میں اپنے ملک کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ لیکن سارا مغرب اُس کے کارناموں سے گونج رہا ہے۔ لارنس کے مداحوں کے زمرہ میں ہیں مسٹر لارڈ جارج۔ لارڈ کرزن۔ آجمنی۔ لارڈ ایلنبری جیسے بلند پایہ مدبرین اور برٹارڈ شوٹا اور ٹامس ہارڈی۔ مشہور ریتھلج عورت س گرنز ڈیل لارنس کی بچہ متعرف ہے۔ اُس نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ لارنس کا منوں کو چھو تا ہے تو وہ پھل بن جاتے ہیں +

مسٹر جارج برٹارڈ شوٹا سے لارنس کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔ شاید انہیں تعلقات کی بنا پر وہ لارنس کے بجائے "شوٹا" کہلا نا پسند کرتا ہے +

جیسے ادباء و شعرا کے نام نظر آتے ہیں۔ انگلستان کے ایک مشہور مدبر کا بیان ہے کہ برطانوی مجلس وزارت میں جب شام فلسطین اور حجاز کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو لارڈ کرزن نے ایک نہایت فصیح و بلیغ تقریر میں لارنس کا تعارف کرایا۔ اور اس کے کا ناموں کی بے حد مدح و ستائش کی جب تقریر ختم ہوئی تو اس نے لارنس کی جانب رخ کر کے کہا ”کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“ لارنس نے صرف اس قدر کہا: ”آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ کہ آپ نے ہمیں کتنی بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے؟“ لارنس نے بمثل یہ الفاظ کہے تھے کہ لارڈ کرزن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا۔

غرض کہ لارنس کی سیرت کے اس دھندلے سے خاکہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ اس میں گوناگوں صفات جمع ہیں۔ وہ ایک نکتہ رس شاعر بھی ہے۔ اور بالغ نظر فلسفی بھی۔ وہ ایک صائب الرائے مدبر بھی ہے۔ اور ایک شجاع جرنیل بھی۔ وہ چنگیز اور ہلاکو کی طرح ہلاکت و خونریزی کا بھی دار و شید اس ہے۔ اور کلیڈ اسٹون کی طرح مہمات ملی کی کٹھیاں بھی سلجھا سکتا ہے۔ کبھی وہ وادی فرات میں ایک مٹے ہوئے تمدن کے آثار باقیہ کی تحقیق میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور کبھی ایک عرب عورت کے لباس میں عمان کے استحكامات کا سائہ کرتا دکھائی دیتا ہے۔ کبھی ہم اسے عرب قبائل میں مصروف و غلطیہ دیکھتے ہیں۔ اور کبھی حلد و چرم کی تدبیر سوچنے میں مشغول پاتے ہیں۔ اس کے ان عجیب و غریب خصائص کا مطالعہ کر کے ایک اہل نظر نے کہا تھا:-

”میں انکار کرتا ہوں۔ کہ لارنس درحقیقت کوئی انسان ہے۔ لارنس

دراصل برطانیہ کی خارجہ حکمت عملی کا دوسرا نام ہے جس میں دانش
تدبیر اور علم و نظر کی جاوید میت کے ساتھ تحریریب و ہلاکت جبر و تشدد
اور تقو و جلال کی ہولناکی شامل ہے +

ختم شد



پراسرار ناول

یلم کا نسخہ مترجمہ قاضی محمد عدیل صاحب عباسی ایم۔ اے۔ ایل ایل بی (علیگ سائنس) ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" لاہور اس ناول میں جنگ یورپ کی سیاسیات، حسب الوطنی اور سراغرمائی کی ایک ہوشربا داستان پیش کی گئی ہے۔ قومی مقصد کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے ایک ہم کے نسخہ کی پراسرار کہانی لکھی ہے۔ جو لندن کے ایک ہوٹل سے گم ہوتا ہے۔ اور مختلف ملک کے سراغرمائی اسے حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ اس نسخہ کے حاصل کرنے کے لئے انگلستان کے سراغرمائی ہوشتر کے مجبور العقول کا رٹا ہے۔ امریکن سراغرمائی لڑکی مس سیلا کی متغیہ دیوری اور حیرت انگیز قوت ارادی۔ جاپان کے شہزادہ نکاشی کی ہوشیاری۔ چالاک۔ اور ایک ادستہ ملازم کے ہرپ میں وطنی خدمات کی انجام دہی۔ فرانس کی سراغرمائی مس سونیا کی ایک ناپے گائے والی عورت کے عین میں فقیہ خبر رسانی۔ نسخہ کے موجد کریم کی دل ہلا دینے والی سرگزشت اور اس کا حشر۔ چرمی کے کوڑ پتی سراغرمائی شریک جاسوسی اور خطرناک سازشیں۔ جرمن تاجروں کی ایک فقیہ انجن کے کارٹا ہے۔ اور نسخہ کا انجام نہایت خوبی سے لکھا گیا ہے۔ سرورق رنگین۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ عمدہ سفید۔ صفحات مہمہ مہمہ غیر ثن کی پیاس یہ ایک حیرت انگیز دماغ رکھنے والے مجرم کی داستان ہے۔ جس کے خون کی پیاس جب ایک مرتبہ بھڑک اٹھتی تھی۔ تو سچ پوڑھا کوئی اس کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکتا اور اس کے جرم کے طریقہ حیرت انگیز سراغرمائیوں کو دہشتناک بنا دینے

دائے تھے۔ ایک شخص جس کو قتل ہوتے دیکھا گیا۔ اور جس کا دھڑکنا صبح کے وقت مکان سے نکال لگیا تھا۔ اُس نے دوپہر کو ایک کثیر رقم کا چاک بنک سے بھنایا۔ ایک شخص جو رات بھرا اپنے مکان میں رہا۔ اور صبح کو دہان سے رخصت ہوا۔ اس کے جانے کے بعد الماری میں سے اس کا کٹا ہوا سر نکلا جس کے متعلق ڈاکٹروں نے رائے دی کہ دو روز پہلے بدن سے الگ کیا گیا ہے۔ دنیا کا یہ بے مثال مجرم اس طرح جرم کرنا تھا۔ کہ کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کا گرفتار ہونا بھی کسی طریق سے ممکن ہے۔ لیکن آخر کار ایک ہوشیار سراغ رساں نے جس کا دماغ مجرم کے دماغ سے بھی زیادہ تیز تھا۔ اس کو بے حد مشکلات کے بعد قانون کے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ ۲۰ صفحے۔

قیمت ۴۰

پار نصیب۔ ایک خوفناک مجرم کی حیرت انگیز داستان۔ جسے قید و بند کے مصائب راہ پرست پر نہ لاسکے۔ مگر ایک پارسا کی مروت نے ایسا بے بس کیا۔ کہ اس کی تمام زندگی ایک معصوم مگر بد قسمت لڑکی کی نگہداشت میں صرف ہو گئی۔ اور صرف اس کی حفاظت کی فکر جنون بن کر اسے قانون اور سراغ رساؤں سے عمدہ براہوں کے لئے مجبور کرتی رہی۔ بے انتہا دلچسپ پراسرار اور موثر نکتہ حجم ۱۰۰ صفحے قیمت صرف ۴۰

مغرب کے مشہور افاق افسانہ نویس۔ آ۔ ایل اسٹونسن کی مایہ ناز تصنیف "آجکل کی الف لیلہ کا ترجمہ جناب سالک میر انقلاب کے قلم سے۔ اس سلسلے کی تین کتابیں ہیں۔"

خودکشی کی انجمن۔ ایک پراسرار انجمن کی سنسی پیدا کرنے والی کمافی جسے ایک جرائم پیشہ شخص نے اس غرض سے بنا رکھا تھا۔ کہ دنیا کے یاپوس اور کم ہمت لوگوں سے روپیہ وصول کر کے ان کے لئے خودکشی کے مواقع ہم پہنچا۔ یا کرے۔ بوہیمیا کا شہزادہ فلوریڈل

اس کا ممبر بن گیا۔ اور موت سے بال بال بچ کر اس نے اس ناپاک محفل کا خاتمہ کر دیا۔

۲۔ **راجہ کا ہمیرا**۔ ایک میرا جو مشرق سے مغرب میں پہنچا۔ وہاں جس کسی کے ہاتھ میں جاتا۔ اس پر مصائب کا طوفان لے آتا تھا۔ کئی حریف اس میرے کی تاک میں تھے اور اسے عجیب و غریب ترکیبوں سے اڑا لیتے تھے۔ مگر وہ کسی کے پاس زیادہ دیر نہ رہنے پاتا تھا۔ آخر مختلف لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہوا وہ بوہمیا کے شہزادہ فلوریڈل کے ہاتھ لگا۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے اس کا قصہ ختم کر دیا۔ بے حد عجیب و غریب اور پراسرار واقعات کہیں کہیں مذاق کے چھینٹے اور بے حد دل فریب انداز بیان عدم

۳۔ **قصر ساحل**۔ خوفناک جنگلوں کی تاریکی میں ایک قصر تھا۔ جو رات سے دیران پڑا تھا۔ ایک رات اس کے دیروں میں مدشیاں حرکت کرتی ہوئی نظر آئیں۔ اور اس دیرانے میں سنسنی پیدا کرنے والے واقعات کا ایک حیرت انگیز سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن و عشق اور نفرت و انتقام کے جذبات کیسی کیسی صوبتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو۔ تو اس دیران قصر کی پراسرار داستان پڑھئے

سعید و قلیانہ۔ اسلامی شجاعت۔ تہرہ و بہادری کا سچا تاریخی افسانہ۔ عربوں کی لیڈر اور فاتحانہ زندگی کا مرقع۔ غازیان اسلام کا جوش چاد۔ شام کی فتح اور عیسائی قلعوں پر اسلامی پرچم لہرانے کے مناظر۔ جن و عشق کی چاشنی۔ ایک پادری کی لڑائی قلیانہ اور سلمان سپہ سالار سعید کی باہمی محبت کی داستان۔ تصویر دار قیمت ملے

آستانہ کی حور۔ جنگ عظیم کے پر آشوب زمانے میں ترک قوم کی شجاعت و دلیری۔ شہر و قربانی اور حور و شمعیدہ اور عارف بے کے عشق و محبت کا افسانہ۔ لوجوان ترکوں کے لئے وہ وقت ہے جدنا ترک تھا۔ جبکہ ایک طرف ترک فوجیں میہ ان جنگ میں اپنے شہر کو

سے بربریکار تھیں اور دوسری طرف خدا ان قوم جن میں دانا و فرید بادشاہین پیش تھا اتحادیوں سے قسطنطنیہ ان کے حوالے کر دینے کی ساز باز کر رہے تھے۔ اور انہیں اتحاد و ترقی کے سرگرم افراد کو جن میں انور طلعت جناح اور مصطفیٰ کمال جیسے محب وطن شامل تھے قید و بند اور جلا وطنی کی سزائیں دی جا رہی تھیں ان شیفتگانِ وطن نے اناطولیہ کی صحرائی وسعتوں سے اٹھ کر اناطولیہ اس کے ہم خیالوں اور خود سلطان اعظم کے وطن فرودشانہ منصوبوں کو کس طرح خاک میں ملایا جنگ لڑ کی دیوتاں میں وہ کس طرح فتح مند ہوئے۔ اور انہوں نے کیونکر اقتدار حاصل کر کے شہنشاہیت کو جمہوری طریقہ حکومت میں تبدیل کیا۔ یہ سب کچھ اس ناول کے مطالعہ سے معلوم ہوگا جو نہایت دلچسپ اور دل نشین انداز میں لکھا گیا ہے ہر ورق ایک نازنین کے فوٹو سے مزین ہے لکھائی چھپائی بہت اچھی کاغذ سفید ۴۴۸ صفحات جلد قیمت ۴ روپے بغیر جلد قیمت ۳ روپے تین ترک جاسوس - یعنی انقلاب ترکی اور جنگ ترکی کی پراسرار کہانی ارباب حکومت انگور انکی زبانی پیش ہے کہ اگر پردے کے سامنے کا نظارہ عجیب ہے۔ تو حالات پس پردہ عجیب تر ہوں گے۔ چنانچہ تین ترک جاسوس میں ان خفیہ سازشات کا انکشاف کیا گیا ہے جو اب تک دنیا کی نظروں سے اوجھل رہے ہیں۔ ملک عبدالغفور صاحب لکچرار یونیورسٹی آف لندن وائٹ ماسٹر مسلم اسٹنڈرڈ لندن کو اپنی سیاحت ترکی کے دوران میں ان ہوشیارانوں کا علم ہوا جنہیں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہینوز پردہ اٹھامیں رکھا گیا تھا۔ اور موصوف نے ہندوستان اگر انہیں شائع کر دیا۔ صفحات ۲۴۲ قیمت ۱۰ روپے

شائع شدہ

میں خبر اردو مکتب خانہ بے پشیر بلڈنگ بکسٹ علی وولہا ہو

بم کا نسخہ

جنگ عظیم میں دہل متحدہ اور حکومت جرمنی کے اندر دنی
سیاسی راز تمام بیرونی دنیا کے لئے ایک گورکھ دھندہ سامنے ہے
ہیں۔ اور اب تک کوئی نہیں جانتا۔ کہ قلعہ شکن توپوں اور ہلاکت
آفرین گولوں کے علاوہ تدر۔ حب الوطنی اور قوم پرستی کی ناقابل
تسخیر قوتیں ڈی ڈل بڑی سپاہ اور عظیم الشان بحری اور ہوائی بیڑوں
کے مقابلے میں کہاں تک کامیاب رہیں؟

اس جنگ میں انگلستان۔ فرانس۔ امریکہ۔ جاپان اور جرمنی
کے خفیہ سراغ رسالہ نوجوان مردوں اور عورتوں نے جہاں جھکوں
میں ڈال کر جو کارہائے نمایاں کئے۔ اس فسانہ میں انہیں نہایت
زور دار پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جو لوگ خدمت
قوم اور شہنشاہی وطن کے مقاصد اعلیٰ کے میدان عمل میں آئیں۔ ان کے
قلوب میں ایک سرور شانہ جذبہ وطن کے باوجود ہمت و جرات۔ شہری
اور استقلال کی کیسی حیرت انگیز قوت موجود ہونی چاہئے۔ اور جو لوگ اپنے
جذبہ اشتغال کی وجہ سے احتیاط اور ہوشیاری کا دامن ترک کر دیں
انہیں ناکامی و نامرادی کی ذلت سے کس طرح دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پھر
لئے کا پتہ۔ آرو و کتب خانہ۔ لاہور

مرکٹیل پریس لاہور میں باہتمام تہجد علی خاں پرنٹر و پبلشر نے پھوپکا کر شائع کی۔

۲۷۵



۹۵۲

MUSLIM UNIVERSITY LIBRARY
ALIGARH.

This book is due on the date last stamped. An over-due charge of one anna will be charged for each day the book is kept over time.
